

معزز قارئین کرام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

خاکسار کو اس سال کے شروع میں انٹرنیٹ پر جناب انصر رضا صاحب کا ایک مناظرہ سننے کا اتفاق ہوا تھا۔ مناظرہ سنتے وقت مجھے پتہ چلا کہ انصر رضا صاحب پیدائشی احمدی نہیں ہیں بلکہ انہوں نے تحقیق کے بعد احمدیت قبول کی ہے۔ آپ جانتے ہی ہیں کہ پیدائشی عقائد (خواہ وہ کتنے ہی غلط ہوں) کو چھوڑنا کتنا مشکل ہوتا ہے۔ پیدائشی عقائد کو بدلنے کیلئے تقویٰ، سچائی اور جرأت کا ہونا ضروری ہے جو کہ ہر کس میں نہیں ہوتی۔ علاوہ اسکے اس مناظرہ کے دوران جناب انصر رضا صاحب نے ایک بہت ہی خوبصورت اور سچائی سے بھرا ہوا بیان دیا تھا جس نے اس عاجز کو بہت متاثر کیا۔ میرے دل میں تحریک پیدا ہوئی کہ ایسے متقی اور سچے انسان کو ضرور دعوت الی الحق دینی چاہیے۔ خاکسار نے اس سلسلہ میں جناب انصر رضا صاحب کے نام ایک مفصل خط لکھ کر عزیمت سید مولود احمد صاحب کو بھیجا تاکہ وہ اپنے دوست انصر رضا صاحب کو پہنچادیں۔ سید صاحب نے میرا یہ مفصل خط آگے انصر رضا صاحب کو اگست ۲۰۱۱ء کے شروع میں ارسال کر دیا۔ ماہ رمضان کے بعد سید صاحب نے جناب انصر رضا صاحب کیساتھ فون پر رابطہ کیا اور انہیں کہا کہ عبدالغفار جنبہ کا مفصل خط آپ کی مرضی کے بغیر ویب سائٹ (alghulam.com) پر نہیں لگایا جائیگا۔ آپ عبدالغفار جنبہ کا خط پڑھ کر پیشگوئی مصلح موعود کے سلسلہ میں اگر آپ کے پاس کوئی جواب ہو تو انہیں لکھ دو۔ جواباً انصر رضا صاحب نے سید صاحب کو فرمایا کہ آپ جانتے ہی ہیں کہ میں نے زندگی وقف کی ہوئی ہے اور میری بیوی بھی احمدی ہے۔ میں جماعتی کوارٹر میں رہتا ہوں وغیرہ۔ میں عبدالغفار جنبہ کے خط کو خفیہ نہیں رکھ سکتا تھا۔ میں نے عبدالغفار جنبہ کا خط آگے امور عامہ کو بھی اور خلیفہ خامس صاحب کو بھی بھیج دیا ہے۔ میں نے عبدالغفار جنبہ کے خط کا جواب لکھنا شروع کیا تھا لیکن اب میں نے ارادہ بدل لیا ہے وغیرہ وغیرہ۔

قارئین کرام۔ خلیل جبران کے اقوال زریں پر غور کرتے ہوئے آج کے دن جب ہم اپنی حالت زار کا جائزہ لیتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے جو کچھ اس دانشور نے کہا تھا وہ کلی طور پر ہم پر صادق آتا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ ”فسوس اس قوم پر جس کے پاس اپنی تاریخ اور تہذیب کے کھنڈروں کے سوائے فخر کرنے کو کچھ نہ ہو اور جو اس وقت تک بغاوت کرنے پر آمادہ نہ ہو جب تک پھانسی کا پھندا اس کی گردن میں نہ پڑ جائے۔ فسوس اس قوم پر جس کے خواب فاتحانہ ہوں جو جاگنے پر ہتھیار ڈال دے۔“

پچھلے دنوں خاکسار تو جماعت احمدیہ اصلاح پسند کے جلسہ سالانہ جرمنی کے سلسلہ میں مصروف تھا لیکن انہی دنوں جناب انصر رضا صاحب اور سید مولود احمد صاحب کے درمیان بذریعہ ای میلز کافی گفتگو ہوتی رہی اور یہ گفتگو بہت سارے قارئین کرام تک پہنچ بھی چکی ہے۔ اسی دوران جناب انصر رضا صاحب نے میرے مفصل خط کے جواب میں میرے بارے میں ایک نوٹ اور ایک نوٹ جناب سید صاحب کو مخاطب کر کے آپ قارئین تک پہنچایا ہے۔ لیکن قارئین کرام سے گزارش ہے کہ ابھی تک آپ کو یہ علم نہیں ہے کہ میں نے جناب انصر رضا صاحب کے نام دعوت الی الحق کے سلسلہ میں جو مفصل خط لکھا تھا اس کا مضمون کیا ہے اور خاکسار نے جناب انصر رضا صاحب کے آگے سوال کیا اٹھایا تھا؟ چونکہ انصر رضا صاحب نے میرے خط کو ہم سے پوچھے بغیر اپنے حفاظتی نقطہ نظر سے خلیفہ صاحب اور نظام جماعت میں بعض لوگوں تک پہنچا دیا ہے لہذا اب ہمیں بھی حق ہے کہ تمام قارئین کو حقیقت حال سے آگاہ کرنے کیلئے ہم انہیں اس مفصل خط سے آگاہ کر دیں۔ خاکسار اب انصر رضا صاحب کے نام اپنا مفصل خط ویب سائٹ پر لگا کر خاص و عام کو دعوت دیتا ہے کہ آپ سب میرا یہ خط پڑھ لیں۔ اور پھر انصر رضا صاحب نے میرے مفصل خط کے جواب میں جو کومنٹس لکھ کر بعض قارئین تک پہنچائے ہیں انہیں بھی خاکسار ویب سائٹ پر لگائے گا۔ اگرچہ انصر رضا صاحب کے کومنٹس بعض قارئین تک پہنچ چکے ہیں لیکن ویب سائٹ (alghulam.com) کے ہر قاری تک جناب انصر رضا صاحب کے کومنٹس ابھی تک نہیں پہنچے۔ بعد ازاں خاکسار افادہ عام کیلئے جناب انصر رضا صاحب کے کومنٹس اور ان کومنٹس (comments) کے جواب میں اپنا جواب الجواب بھی ویب سائٹ پر لگائے گا۔ یہ سب باتیں بعد میں پہلے آپ جناب انصر رضا صاحب کے نام میرے مفصل خط کا مطالعہ فرمائیے۔ ایک ضروری بات۔ ”انسان غلطیوں سے نہیں، غلطیوں پر اصرار اور ضد پر قائم رہنے سے نہ صرف خود کو بلکہ قوموں کو بھی تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔“ خاکسار

عبدالغفار جنبہ/کیل۔ جرمنی

موعود کی غلام مسیح الزماں (مجدد صدی پانزدہم)

۳۔ اکتوبر ۲۰۱۱ء

☆☆☆☆☆☆☆☆

فَلَمَّا أَحَسَّ عَيْسَىٰ مِنْهُمْ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ

نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ آمَنَّا بِاللَّهِ وَأَشْهَدُ بِأَنَّكَ مُسْلِمُونَ (ال عمران- ۵۳)

پھر جب عیسیٰ نے ان (یہودیوں) کی طرف سے انکار دیکھا تو کہا کہ اللہ کیلئے کون (لوگ) میرے مددگار بنتے ہیں۔
حواریوں نے کہا کہ ہم اللہ کے (دین کے) مددگار ہیں۔ ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور تو گواہ رہ کہ ہم فرماں بردار ہیں۔

مکرم و محترم جناب انصر رضا صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

امید ہے آپ بخیر وعافیت ہونگے آمین۔ خاکسار کو علم ہوا ہے کہ آپ پیدائشی احمدی نہیں ہیں بلکہ آپ نے خود تحقیق کرنے کے بعد احمدیت کو قبول کیا ہے۔ ویسے بھی پیدائشی عقائد کو چھوڑنا یقیناً بہت مشکل اور جرات کا کام ہے۔ ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ کے مسلمانوں کو ایسے ہی انسانوں سے واسطہ پڑا تھا جن کے دلوں اور دماغوں میں ایسے عقائد بیٹھے ہوئے تھے جن کا سچائی اور حقیقت سے کوئی تعلق نہیں تھا اور وہ لوگ اپنے پیدائشی عقائد کو کسی قیمت پر چھوڑنے کیلئے تیار نہیں تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَإِذْ أَقْبَلْ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا نَزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا وَأَوْلُوْنَا كَانُوا آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ (البقرہ- ۱۷۱) اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ اُسکی پیروی کرو جو اللہ نے اتارا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اُسی کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا۔ بھلا اگر اُنکے باپ دادے کچھ بھی عقل نہ رکھتے ہوں اور نہ وہ ہدایت پر ہوں (تب بھی وہ انہیں کی پیروی کریں گے)۔

برادر مرزا انصر رضا صاحب۔ قرآن کریم کی روشنی میں اور اسکی تعلیم کے مطابق اگر آپ نے تحقیق کے بعد اپنا پیدائشی حیات مسیح اور نزول مسیح عیسیٰ ابن مریم کا عقیدہ چھوڑ کر حضرت مرزا غلام احمد کو بطور مہدی مسیح موعود قبول فرمایا ہے تو یہ بڑے دل گردے کا کام تھا۔ جاننا چاہیے کہ دلیری نہ صرف سچائی سے بلکہ سچائی کے عرفان سے پیدا ہوتی ہے اور یہ بھی واضح رہے کہ کسی سچائی کو قبول کرنے کیلئے کسی انسان کے اپنے اندر سچائی کا ہونا بھی ضروری ہے۔ سابقہ غیر قرآنی عقائد کو چھوڑ کر آپکا احمدیت قبول کرنا اس حقیقت کی غمازی کرتا ہے کہ آپ فطرتاً نیک، صالح اور سچ اور تقویٰ کی دولت سے مالا مال ہیں۔ آپکی یہی وہ نیک اقدار ہیں جن سے میرے دل میں آپ کو براہ راست دعوت الی الحق دینے کی تحریک پیدا ہوئی ہے۔ اپنی گزارش آپکی خدمت میں پیش کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خاکسار تھوڑا سا اپنا تعارف بھی کروادے۔ برخلاف آپکے خاکسار پیدائشی احمدی ہے۔ میری مرحوم والدہ صاحبہ کے بقول خاکسار مارچ ۱۹۵۴ء کی کسی نامعلوم تاریخ کو موضع ڈاور میں پیدا ہوا تھا۔ میری والدہ اس عاجز کو بتایا کرتی تھی کہ جب اس عاجز کا والد محترم چوہدری شیر محمد جنبہ صاحب فوت ہوئے تھے تو اس وقت میں چھ ماہ کا شیرخوار بچہ تھا۔ میرے محترم والد صاحب ۱۹- ستمبر ۱۹۵۴ء کو دو (۲) ماہ علیل رہ کر فوت ہو گئے تھے اور وفات سے پہلے آپ جماعت احمدیہ ڈاور کے سیکرٹری مال تھے۔ آپ انتہائی نیک اور دعا گو انسان تھے۔ آپ موصی تھے اور ربوہ کے پرانے بہشتی مقبرہ میں ابدی نیند سورہے ہیں۔ ہم پانچ بہن بھائی ہیں اور خاکسار سب سے چھوٹا ہے۔ مرحوم والد صاحب کا تیسریس (۲۳) ایک لڑی زری رقبہ تھا لیکن ہماری زمین کیلئے نہری پانی بہت کم تھا لہذا والد صاحب کی وفات کے بعد ہم نے بڑی غربت میں زندگی گزاری ہے۔ خاکسار کی پیدائش زمین پر اپنے ڈیرے پر ہی ہوئی تھی اور میرا بچپن وہیں پر گزارا ہے۔ زمین پر مجھے پڑھانے والا کوئی نہ تھا لہذا میں کسی سے قرآن کریم ناظرہ بھی نہ پڑھ سکا۔ ہو سکتا ہے میری تیبی اور میرے دینی لحاظ سے اُمی رہنے میں بھی بزرگ و برتر رب کا کوئی بھید پوشیدہ ہو۔ میری والدہ نے ۱۹۶۱ء کے شروع میں مجھے گورنمنٹ پرائمری سکول ڈاور میں داخل کروایا تھا اور پھر دنیاوی تعلیم میں ایم اے تک خاکسار کا ریکارڈ (record) الحمد للہ بہت اچھا رہا ہے۔

برادر مرزا انصر رضا صاحب۔ اپنا خاندانی پس منظر (family background) بیان کرنے کا میرا مقصد فقط یہ ہے کہ آپ پر واضح کر دوں کہ میرا کسی مذہبی گھرانے یا کسی عالم فاضل خاندان سے تعلق نہیں ہے۔ اگر میں اپنے بارے میں کہوں کہ میں مذہبی نقطہ نظر سے اُمی تھا تو یہ غلط نہیں ہوگا۔ خاکسار کی پہلی زندگی لاعلمی میں گزری اور ہاں بچپن سے ہی دل میں آنحضرت ﷺ اور حضرت مہدی مسیح موعود کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ میرے پاس کوئی ایسے اعمال اور عبادتیں بھی نہیں تھیں جن کی وجہ سے کسی کے ذہن میں مصلح یا مجدد بن جانے کا کوئی خیال پیدا ہو سکتا ہو۔ ہاں بچپن سے ہی میرے پاس تیبی کے غم اور اپنی بے علمی اور بے عملی کی بدولت شرمندگی کے آنسوؤں کی دولت ضرور تھی۔ اور اگلا سارا کام محمدی مریم حضرت مہدی مسیح موعود علیہ السلام کی دعائے کیا ہے۔ بقول حضرت میاں محمد بخشؒ۔

خس خس جتاں قدریں میرا صاحب نوں وڈیا نیاں میں گلیاں دا رُوڑا کوڑا مینوں محل چڑھایا سائیاں

برادرم انصر رضا صاحب۔ آج سے کم و بیش ستائیس (۲۷) سال پہلے وسط دسمبر ۱۹۸۳ء لاہور میں احمدیہ ہوٹل (دارالاحمد) میں جب میری عمر پونے تیس (۳۰) سال کی تھی ایک مبارک سجدہ میں میری کایا پلٹ دی گئی اور کھلے کھلے طور پر رُوح القدس میرے شامل حال ہو گیا۔ یہ ایک ایسا طاقور روحانی واقعہ تھا جس نے نہ صرف مجھے میری بنیاد سے ہلا دیا بلکہ مجھے پوری شدت سے اپنی لپیٹ میں بھی لے لیا۔ اگر خاکسار اپنی کوشش سے اس سحر سے نکلنا بھی چاہے تب بھی یہ میرے بس کی بات نہیں ہے۔ خاکسار کو اس روحانی واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ جس زکی غلام (مصلح موعود) کی حضرت مرزا غلام احمد کو بشارت دی گئی تھی وہ موعود زکی غلام خلیفہ ثانی نہیں تھا بلکہ تو ہے۔ پہلی دفعہ جب مجھ پر اس حقیقت کا انکشاف ہوا تو یہ میرے لیے بہت حیرانی کی بات تھی کیونکہ میں تو بچپن سے خلیفہ ثانی صاحب کو مصلح موعود ماننا چلا آ رہا تھا۔ خاکسار نے پہلی دفعہ اپریل ۱۹۹۳ء میں دو (۲) کتابچوں کی شکل میں اپنا یہ مدلل مؤقف خلیفہ رابع صاحب کی خدمت میں پیش کیا تو انہیں بہت غصہ آ گیا اور انہوں نے طیش اور جذبات میں آ کر بلا سوچے سمجھے میرے ان خیالات کو شیطانی وساوس اور پیغامیوں والا فتنہ قرار دیدیا۔ حالانکہ امر واقع یہ ہے کہ میں اس وقت بھی حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ آج یعنی ۲۸۔ جولائی ۲۰۱۱ء تک بھی میں کسی پیغامی یعنی لاہوری احمدی سے کبھی نہیں ملا۔ اگر یہ سچ ہے اور میں کہتا ہوں یقیناً سچ ہے تو پھر انصر رضا صاحب۔ حضرت مرزا صاحب کا جانشین کہلوانے والے کسی خلیفہ کے ایسے بے بنیاد الزام کی حقیقت کیا ہو سکتی ہے؟ فروری ۱۹۹۶ء کے آخر میں خاکسار نے الہی منشاء کے مطابق جناب خلیفہ رابع صاحب کو اپنے نقطہ نظر کے بارے میں قدرے کھول کر بتایا تو پھر خلیفہ صاحب کے غصہ میں بھی بظاہر تھوڑی سی کمی آگئی اور انکا لہجہ بھی نرم پڑ گیا۔ خاکسار نے خلیفہ رابع صاحب پر ثابت کر دیا کہ آپ مائیں یا نہ مائیں لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو میرا مصدق بنایا ہے۔ خاکسار نے انہیں لکھا کہ آپ نے ظہور خیر الانبیا ﷺ کے سلسلہ میں جو کلام منظوم فرمایا تھا۔ اس نعت کے آخری دو اشعار میں آپ نے کیا فرمایا تھا؟ مثلاً آپ لکھتے ہیں۔

خیرات ہو مجھ کو بھی ۔ اک جلوہ عام اُس کا پھر یوں ہو کہ ہو دل پر، الہام کلام اس کا

اُس بام سے نور اترے، نعمات میں ڈھل ڈھل کر نغموں سے اُٹھے خوشبو، ہو جائے سُر و عنبر

کیا آپ نے اللہ تعالیٰ سے اپنے درج بالا اشعار میں یہ استدعا نہیں کی تھی کہ آنحضرت ﷺ کا عظیم الہامی کلام نغموں میں ڈھل ڈھل کر آپ (خلیفہ صاحب) پر اترے اور پھر آپ نے جو دعا کی تھی اور جس جلوہ عام کی خواہش کی تھی اللہ تعالیٰ نے اُسے ایک جسم میں ڈھال کر آپ کے آگے کھڑا کر دیا ہے؟ مثلاً اپنی خلافت کے اگلے سال یعنی جلسہ سالانہ ربوہ ۱۹۸۳ء کے موقع پر آپ فرماتے ہیں۔

یہ دعائی کا تھا معجزہ کہ عصا ساحروں کے مقابل بنا اُڑ دھا ۔ آج بھی دیکھنا، مرد حق کی دعا، سحر کی ناگنوں کو نگل جائے گا

عصر بیمار کا ہے مرض لا دوا، کوئی چارہ نہیں اب دعا کے سوا۔ اے غلام مسیح الزماں ہاتھ اٹھا موت آ بھی گئی ہو تو ٹل جائے گی

اسی طرح جلسہ سالانہ ربوہ کے ۱۹۸۶ء کے موقع پر آپ نے افراد جماعت کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا تھا۔

بساط دنیا الٹ رہی ہے۔ حسین اور پائدار نقشے ۔ جہان نو کے ابھر رہے ہیں بدل رہا ہے نظام کہنا

کلید فتح و ظفر تھمائی تمہیں خدا نے اب آسمان پر ۔ نشان فتح و ظفر ہے لکھا گیا تمہارے ہی نام کہنا

برادرم انصر رضا صاحب۔ بعد از ال ۲۰۰۱ء کے جلسہ سالانہ جرمنی کے موقع پر ایک بار پھر انہوں نے اپنی لاعلمی میں اس عاجز کے متعلق بغیر کسی ثبوت کے کچھ نازیبا فقرات استعمال کیے لیکن اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیدیا تھا کہ تم مرزا طاہر سے پوچھو کہ اگر آپ کا والد موعود زکی غلام (مصلح موعود) تھا تو آپ اس کا ثبوت افراد جماعت کے آگے پیش کریں اور اگر آپ میرے نقطہ نظر کو غلط سمجھتے ہیں تو آپ کے پاس اسکی کیا دلیل ہے؟ دس (۱۰) جون ۲۰۰۲ء کو خاکسار نے اپنا موعود زکی غلام مسیح الزماں ہونے کا تحریری دعویٰ ایک کتاب کی شکل میں خلیفہ رابع صاحب کے آگے پیش کر دیا اور انہیں یہ بھی درخواست کی کہ آپ میرے دعویٰ سے افراد جماعت کو مطلع کر دیں۔ اگر اُنکے والد جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفہ ثانی واقعاً پیشگوئی مصلح موعود کے مصداق ہوتے تو وہ بنا نگ دھل میرے دعوے کا نہ صرف اعلان کرتے بلکہ افراد جماعت کو بھی بتاتے کہ نعوذ باللہ ایک اور جھوٹا دعویٰ دار کھڑا ہو گیا ہے اور پھر اپنے جید علماء کی مدد کیساتھ میری خبر لیتے۔ اس میں اُن کیلئے ڈریا خوف والی کیا بات تھی؟ یہ ڈرتو اُنکے بقول مجھ نعوذ باللہ جھوٹے کو ہونا چاہیے تھا لیکن خلیفہ رابع صاحب نے افراد جماعت کو میرے دعویٰ غلام مسیح الزماں سے لاعلم رکھ کر اپنی منمنی ذمہ داری سے پہلو تہی کی۔ خلیفہ رابع صاحب نے ہی اپنے ۵۔ دسمبر ۱۹۸۶ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا تھا۔

”اثبات وہ لوگ ہیں جو قیاح ہیں۔ جن کی باتیں غلط نہیں ہوتیں۔ جن کی باتوں میں وزن ہوتا ہے اور جب بات کرتے ہیں حق کی بات کرتے ہیں۔ اب یہ بظاہر الگ الگ معانی ہیں لیکن ایک دوسرے کیساتھ ان سب کا گہر تعلق ہے۔ وہ شخص جو حق پر قائم ہو اور حق کا عرفان بھی رکھتا ہو۔ اُس کیلئے لازمی ہے کہ وہ بہادر بھی ہو۔ کیونکہ دلیری سچائی سے پیدا ہوتی ہے اور صرف سچائی سے نہیں بلکہ سچائی کے عرفان سے پیدا ہوتی ہے۔ اور دلائل میں جب گفتگو ہو رہی ہو تو وہ شخص جس کے پاس حق ہو، جس کے پاس مضبوط اور قاطع دلیل ہو، جو

مثال آپکے آگے رکھتا ہے اور پھر آزر و انصاف آپ مجھے بتائیں کہ کیا یہ ہمارے اسلامی رویے ہیں؟ حقیقی اسلام کا عملی مظاہرہ کرنا تو دور کی بات کیا ہمارا اسلام سے کوئی دور کا واسطہ بھی ثابت ہوتا ہے؟ جب ۱۹۸۲ء میں پاکستان کے ایک فوجی آمر نے ہم پر سختیاں کیں اور ہمارے ایک خلیفے کو پاکستان سے ہجرت کرنا پڑا تو اس وقت انہیں اللہ کی کتاب (قرآن کریم) بڑی یاد آتی تھی۔ وہ اپنے خطبہ جمعہ میں کس طرح اپنی مظلومی کی دھائی دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”ہر شخص اپنی سوچوں اور اپنے ایمان میں آزاد ہے۔ کوئی حق نہیں ہے کسی کا کہ کسی کی سوچ پر اور اسکے ایمان پر، اُس کے نظریات پر کسی قسم کی قدغن لگائے اور جبراً اُن کو تبدیل کرنے کی کوشش کرے۔ یہ جو اعلان ہے یہ اسلام کے لیے نہیں ہے بڑی جہالت ہے اگر اسے یہ سمجھا جائے کہ صرف اسلام کی خاطر ہے۔ یہ تو آزادی ضمیر کا جہاد ہے، شرف انسانی کو قائم کرنے والا جہاد ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان حق نہیں رکھتا کہ کسی اور انسان کے نظریات کو اور اُس کے خیالات کو، اُس کی سوچوں کو تبدیل کرے زبردستی یا اُس پر جبر کے تالے لگا دے اور اُس کو ان سوچوں کے اظہار کا حق نہ ہو۔ تو یہ دوسرا جہاد کا پہلو یہ تھا۔ آپ نے یہ فرمایا اور قرآن کریم اس مضمون کو کثرت سے بیان کرتا ہے کہ صرف یہ نہیں کہ انسان کو خود اپنی سوچوں میں آزادی نصیب ہے بلکہ اس کو یہ بھی حق حاصل ہے کہ جو وہ سوچتا ہے، جو وہ دیکھتا ہے، جو وہ سمجھتا ہے اُسے دوسروں سے بیان کرے اور اس کا نام بلاغ ہے پہنچانا۔ جب وہ بیان کر دے تو پھر لَسْتُ عَلَيْهِمْ بِمُصَبِّطٍ کا مضمون شروع ہو جاتا ہے۔ بیان کرنا مبین طریق پر، کھول کھول کر یہ تو فرض ہے ہر انسان کا، اس کا حق ہے لیکن جبر کو اس میں دخل نہیں ہوگا۔ کسی قسم کے جبر کی اجازت نہیں ہوگی۔ چوتھا پہلو اس جہاد کا یہ تھا کہ اگر کوئی شخص اسکے نتیجے میں بات مان لے اور اپنے خیالات تبدیل کر دے تو ہرگز کسی دوسرے کا حق یہ نہیں ہے کہ وہ زبردستی اس کو اس تبدیلی خیال سے روکے اور کہے کہ ہرگز ہم تمہیں اپنا خیال تبدیل نہیں کرنے دیں گے اور اُسکے نتیجے میں خیال تبدیل کروانے والے کو سزائیں دیں اور اُسکو بھی مارے اور اُسکی مخالفت بھی جسمانی طور پر کرے، ہر قسم کی تعزیری کاروائی اُسکے خلاف کرے۔۔۔۔۔ ہر ایسے شخص کے مقابل پر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا جہاد کھڑا ہو جائے گا آزادی ضمیر کے نام پر جو آپ نے جہاد کیا۔ اور ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اُسکی تائید کرے جس نے واقعتاً دلائل کے نتیجے میں اپنا مذہب تبدیل کیا ہے، اپنے خیالات تبدیل کئے ہیں اور ہر ایسی جبر کی کوشش کا مقابلہ کرے جو ان بنیادی انسانی حقوق میں مداخلت کرے۔“ (خلیفہ رابع۔ خطبہ جمعہ۔ ۵ دسمبر ۱۹۸۶ء)

آنحضرت ﷺ اور قرآن کریم کا حوالہ دے کر ہمارے خلفاء اور دیگر باب و اختیارات آزادی ضمیر کا حق تمام دنیا سے اپنے لیے تو مانگتے ہیں۔ اپنی مظلومی کی دہائی دیتے ہیں لیکن کیا ہم اپنی جماعت میں بھی یہ انسانی بنیادی حق کسی احمدی کو دینے کیلئے تیار ہیں؟ اب سوال ہے کہ اگر نہیں تو پھر کیوں نہیں؟ ہمارے خلفاء کے قول و فعل میں کتنا تضاد ہے۔ نکلے ہیں دین اسلام کو تمام دینوں پر غالب کرنے کیلئے جبکہ ہمارے گھر میں اسلام کا یہ حال ہے کہ ہم نے حقیقی اسلام کے نام پر ہر احمدی کا گلا گھونٹ رکھا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خاکسار نے نہ چاہتے ہوئے یہ چند تلخ حقائق آپکے آگے بیان کیے ہیں۔ میرا ہرگز مطلب کسی کی دل آزاری کرنا نہیں۔ ہمارے آقا حضور اس ضمن میں ارشاد فرماتے ہیں۔

”وہ تلخ الفاظ جو اظہار حق کیلئے ضروری ہیں اور اپنے ساتھ اپنا ثبوت رکھتے ہیں وہ ہر ایک مخالف کو صاف صاف سنا دینا نہ صرف جائز بلکہ واجبات وقت سے ہے تا مادہ ہنک بلا میں بتلانا نہ ہو جائیں۔“ (ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۱۴)

یہ بھی واضح رہے کہ میں کسی کا مخالف نہیں ہوں اور نہ ہی میرے دل میں کسی کے خلاف کینہ ہے۔ میں کسی خاص قوم یا خاندان کو معزز نہیں سمجھتا بلکہ میرے نزدیک دنیا کا ہر انسان بشریت تقویٰ معزز ہے اور اُسکی عزت نفس کا خیال کرنا دوسروں کیلئے ضروری ہے۔ اپنے آقا حضرت مہدی و مسیح موعود کی اولاد کا احترام کرنا بھی میں ضروری خیال کرتا ہوں کیونکہ بہر حال یہ ایک عظیم انسان کی اولاد ہے۔ لیکن اس سب کے باوجود اس ضمن میں اتنی گزارش ہے کہ عقیدت اپنی جگہ پر پیشگوئی مصلح موعود چونکہ ہم احمدیوں کے ایمان اور عقیدہ میں شامل ہے لہذا میرے لیے ضروری ہے کہ میں افراد جماعت کی آگاہی اور فکری راہنمائی کیلئے ایسے تلخ حقائق کا ذکر ضرور کروں۔ اپنے زمانے بلکہ ہر دور کے نامور فلسفی ارسطو (Aristotle) نے اپنے استاد افلاطون (Plato) سے کہا تھا کہ! ”اے استاد! آپ مجھے عزیز ہیں لیکن سچائی عزیز تر ہے۔“ خلیفہ ثانی صاحب کے ضمن میں میری بھی یہی گزارش ہے کہ وہ مجھے عزیز ہیں لیکن سچائی عزیز تر ہے۔

برادرم انصر رضا صاحب۔ چند ہفتے قبل خاکسار کو آپکا ایک علمی مباحثہ سننے کا موقع ملا ہے۔ مورخہ ۲۲۔ جنوری ۲۰۱۱ء کو یہ علمی مباحثہ (دربارہ امکان نبوت) آپکے اور ایک سابق احمدی جناب چوہدری اکبر احمد صاحب کے درمیان کینیڈا میں (Mississauga) مسس اوگا کے الایمان اسلامک سنٹر میں ہوا تھا۔ اس علمی مباحثہ کے منتظم (organizer) غالباً جناب احمد کریم شیخ صاحب تھے۔ آپ نے اس علمی مباحثہ کے آغاز میں تقویٰ پر مبنی ایک ایسا بیان دیا تھا جو بہت ہی خوبصورت اور سچائی سے بھرا ہوا ہے۔ اگر مناظرہ کے فریق اسی طرح علمی بحث و مباحثہ کریں تو اس سے لوگوں کو بہت فائدہ ہو سکتا ہے۔ اپنی گزارشات آپکی خدمت میں پیش کرنے سے پہلے خاکسار مذکورہ بالا علمی مباحثہ کے آغاز میں دیا گیا آپکا یہ بیان ذیل میں لکھتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

”اصل میں مجھے لمبی باتیں کرنی نہیں آتیں، نہ ہی میں لمبی تقریریں کرتا ہوں۔ جو بھی مجھ سے سوال کیا جاتا ہے اس کا دو (۲) منٹ کے اندر جواب دے کر میں اس کو فارغ

کردیتا ہوں۔ کیونکہ بنیادی جو بات ہے وہ یہ ہے کہ جب دو (۲) بندوں کے درمیان اختلاف ہوتا ہے تو اُس کا ایک مشترکہ معیار کے تحت فیصلہ ہوتا ہے۔ اس کمرے کی پیمائش کے متعلق اگر ہم یہ کہیں کہ ادھر سے یہ ۲۰ فٹ ہے اور ادھر سے ۴۰ ہے اور ہواصل میں یہ ۱۸ اور ۳۵ ہے اور اکبر صاحب مجھے کہیں نہیں یہ ۱۸ اور ۳۵ ہے اور میں کہوں کہ ۲۰ اور ۴۰ ہے تو فیصلہ کیسے ہوگا؟ فیصلہ اسی طرح ہوگا کہ ہم۔۔۔ ایک measury ٹیپ لے آئیں اور اس کمرے کو ناپ لیں۔ وہ measury ٹیپ جو ہے وہ نہ میں نے بنائی ہے نہ میرے بھائی نے بنائی ہے اکبر صاحب نے۔ وہ ایک سٹینڈرڈ (standard) ہے ہمارے دونوں کے درمیان ایک مشترکہ بات میں اور اُسکے مطابق جو فیصلہ ہوگا جو پیمائش نکلے گی ہم مان لیں گے اُس کو۔ اسی طرح یہ جو ہمارا اختلاف ہے اس میں جو مشترکہ معیار ہے جس کو یہ بھی تسلیم کرتے ہیں جس کو میں بھی تسلیم کرتا ہوں۔ وہ اللہ کی کتاب ہے۔ وہ قرآن پاک ہے۔ اس لیے میں یہی بات عرض کر رہا ہوں کہ آپ نے جو بھی دلیل دینی ہے وہ قرآن پاک کی رُو سے دیں اول۔ چونکہ یہی آنحضرت ﷺ کا اُسوہ حسنہ ہے۔۔۔ آپ نے اپنے صحابی حضرت معاذ بن جبلؓ کو بھیجا مین کیلئے۔ آپ نے فرمایا کہ معاذ کیسے فیصلہ کرو گے؟ انہوں نے کہا کہ اللہ کی کتاب سے۔ تو سب سے پہلی بات جو ہے وہ اللہ کی کتاب ہے اور اسکے بعد پھر اللہ کے رسول ﷺ کی سنت ہے اگر اُس میں سے نہ ملے۔ تو فرمایا کہ اگر تمہیں اُس میں سے نہ ملے۔ یہ نہیں کہ اُس میں ہونے۔ فرمایا کہ تمہیں نہ ملے۔ اس لیے ہمیں سب سے پہلے ایک ایسے مشترکہ معیار کی طرف جانا چاہیے جس کو ہم دونوں بھائی تسلیم کرتے ہوں اور میں نے یہ عرض کیا ہے کہ میں قرآن کریم کی اتباع میں یہ عرض کر چکا ہوں سورہ زخرف کی روشنی میں قُلْ اِنْ كُنَّا لِلرَّحْمٰنِ وَاَلَدًا فَاَنَّا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ (زخرف-۸۲) میرا موقوف بالکل کھلا ہے۔ میں پچھلے آٹھ سال سے ریڈیو احمدیہ پر آ رہا ہوں اور میں publicly کئی دفعہ کہہ چکا ہوں کہ اگر کوئی مجھے یہ ثابت کر دے قرآن کریم کی رُو سے کہ میرا عقیدہ غلط ہے تو میں احمدیت ترک کر کے اُن کیساتھ شامل ہونے کیلئے تیار ہوں۔۔۔ صاف سی بات ہے۔۔۔ کہ قیامت والے دن یا آپکی قبر میں نہ انصر آپ کیساتھ ہوگا۔ آپ اپنے اعمال کے اپنے خود جواب دہ ہیں اور میں بھی اپنے اعمال کا خود جواب دہ ہوں گا۔ میرے ساتھ جماعت احمدیہ کے خلیفہ نے یا مرزا غلام احمد نے، کسی عہدیدار نے نہیں جانا۔ میں نے اکیلے نے جانا ہے اور میں نے اکیلے نے اپنی بات کا جواب دینا ہے۔ اس وقت میں یہ سمجھتا ہوں کہ اللہ کی اس پاک کتاب کی رُو سے میں صحیح ہوں۔ آپ میری غلطی مجھ پر واضح کر دیں میں ترک کرنے کو تیار ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ مجھ سے قیامت میں پوچھے گا کہ احمد کریم شیخ صاحب نے اور اکبر چوہدری صاحب نے اور قاری رفاقت نے تمہاری غلطی تم پر واضح کر دی تھی قرآن کی رُو سے تم نے کیوں نہیں مانا۔ میں پاگل ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے مجرم بن کر کھڑا ہوں اس لیے میرا اول روز سے یہی موقوف ہے کہ آپ اس کتاب کی رُو سے جو میرے اور آپکے درمیان مشترکہ ہے اس کا ایک ایک حرف خدا تعالیٰ کا نازل کردہ ہے اور بغیر کسی شک و شبہ کے ہے، ہر گمان سے بالا ہے اور ہر یقین سے پُر ہے۔ اسکے مطابق آپ ثابت کر دیں میں غلط ہوں میں اپنا عقیدہ بدلنے کو تیار ہوں۔“

برادر محترم، آپکے بیان کے اہم نکات۔

- (۱) آپ فرماتے ہیں کہ تنازعہ فیہ امر کے فیصلہ کیلئے فریقین کے درمیان پہلے کسی مشترکہ معیار کا تعین ہونا چاہیے جس کی روشنی میں تنازعہ کا فیصلہ ہو۔
 - (۲) ہمارے کسی بھی تنازعہ دینی امر کے فیصلہ کیلئے ہمارا معیار اللہ تعالیٰ کی کتاب یعنی قرآن پاک ہونی چاہیے۔
 - (۳) آپ یہ بھی سمجھتے ہیں اور ٹھیک سمجھتے ہیں کہ ہر دینی تنازعہ امر کا حل اللہ تعالیٰ کی کتاب میں موجود ہے۔
 - (۴) آپ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی قرآن پاک کے ذریعہ میرے کسی عقیدے کو غلط ثابت کر دے تو میں ایسے عقیدے کو چھوڑنے کیلئے تیار ہوں۔
 - (۵) آپ کے بقول قبر میں یا اللہ تعالیٰ کے حضور کوئی کسی کی مدد نہیں کر سکتا بلکہ ہر انسان نے اپنے ایمان اور اعمال کا خود جواب دینا ہے۔
- انصر رضا صاحب۔ یہ پانچ نکات آپکے درج بالا بیان کا نچوڑ ہیں اور میرے خیال میں آپکی یہ باتیں سچائی سے بھری ہوئی ہیں۔ اگر اللہ کی کتاب قرآن کریم کی روشنی میں مختلف نظریات کو پرکھا جائے تو نہ صرف کسی فتنہ و فساد کے پیدا ہونے کا امکان نہیں بلکہ اس طرح سچائی بھی خود بخود دکھ کر سامنے آجائے گی۔ قرآن کریم اور حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کی تعلیم کا نچوڑ بھی یہی ہے۔ برادر م۔ آپ نے اپنے بیان میں کسی بھی تنازعہ کے فیصلہ کیلئے جس معیار یعنی اللہ کی کتاب کا ذکر فرمایا ہے۔ خاکسار کو علم ہے کہ ایسی خوبصورت اور سچی بات اُسی انسان کے منہ سے نکل سکتی ہے جو نہ صرف اپنے اندر اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتا ہو بلکہ اُس نے قرآن کریم کا بھی کافی گہرائی کیساتھ مطالعہ کیا ہو۔ وہ اللہ کی کتاب جسے آپ نے معیار قرار دیا ہے وہ خود بھی اپنے بارے میں فرماتی ہے۔۔۔

قرآن کریم ہادی، میزان اور فرقان ہے۔

- (۱) ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (البقرہ-۳) یہی کامل کتاب ہے اس امر میں کوئی شک نہیں، متقیوں کو ہدایت دینے والی ہے۔
- (۲) اَللّٰهُ الَّذِيْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ ط (شوری-۱۸) اللہ وہی ہے جس نے حق کیساتھ اس کامل کتاب اور میزان کو اتارا ہے۔

(۳) تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا (فرقان-۲) وہ ذات بڑی برکت والی ہے جس نے فرقان (یعنی وہ تعلیم جو حق اور باطل میں فرق کر دیتی ہے) اپنے بندے پر اتارا ہے، تاکہ وہ سب جہانوں کیلئے ہوشیار کر نیوالا بنے۔

(۴) لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ “(م سجدہ-۴۳) باطل نہ اسکے آگے سے آسکتا ہے اور نہ پیچھے سے، بڑے حکیم اور حمید خدا کی طرف سے وہ اترتا ہے۔

(۵) إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ ﴿۱﴾ فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ ﴿۲﴾ لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ﴿۳﴾ (واقعہ-۷۸، ۷۹، ۸۰) یقیناً یہ قرآن بڑی عظمت والا ہے۔ اور ایک چھپی ہوئی کتاب میں موجود ہے۔ اس (قرآن) کی حقیقت کو وہی لوگ پاتے ہیں جو مطہر ہوتے ہیں۔

برادرم انور رضا صاحب۔ اللہ تعالیٰ کی پاک کتاب جسے آپ نے سچ اور جھوٹ میں معیار قرار دیا ہے وہ نہ صرف کامل ہے بلکہ ہدایت دیتی ہے متقیوں کو۔ یہ میزان اور فرقان ہے کیونکہ یہ کسی بھی تنازعہ امر کا فیصلہ انصاف کیساتھ کر دیتی ہے۔ اور یہ ایسی سچی کتاب ہے کہ جھوٹ نہ اسکے آگے سے آسکتا ہے اور نہ ہی پیچھے سے۔ اسی معیار یعنی اللہ کی کتاب کے متعلق وہ بزرگ رسول ﷺ جس پر یہ ذکر نازل ہوا تھا فرماتے ہیں۔

☆ ”وَقَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَالًا تَصَلُّوا بَعْدَهُ إِنْ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ كِتَابَ اللَّهِ۔“ (ابن ماجہ) (لوگو!) میں تم میں وہ چیز چھوڑ چلا ہوں کہ اگر اسے مضبوط پکڑ لو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے وہ قرآن اللہ کی کتاب ہے

اسی معیار یعنی اللہ کی کتاب کے متعلق مثیل مصطفیٰ حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ قرآن کریم سے بڑھ کر کوئی حکم نہیں اور اسکے فیصلے سے سچا فیصلہ کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ آپ خطبہ الہامیہ میں فرماتے ہیں:-

(۱) ”وَإِنَّ لِلْقُرْآنِ شَأْنًا أَعْظَمَ مِنْ كُلِّ شَأْنٍ وَإِنَّ حَكْمَهُ وَمُهَيْبَتَهُ وَإِنَّ جَمَعَ الْبِرَاهِينَ وَبَدَّدَ الْعِدَاءَ وَإِنَّهُ كِتَابٌ فِيهِ تَفْصِيلٌ كُلِّ شَيْءٍ وَفِيهِ أَحْبَابٌ مَا يَأْتِي وَمَا مَضَى۔ وَلَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ وَإِنَّهُ نُورٌ رَبَّنَا الْأَعْلَى۔ اور قرآن کی وہ اعلیٰ شان ہے کہ ہر ایک شان سے بلند ہے وہ حکم ہے یعنی فیصلہ کر نیوالا اور وہ مہمسن ہے یعنی تمام ہدایتوں کا مجموعہ ہے اُس نے تمام دلیلیں جمع کر دیں اور دشمنوں کی جمعیت کو تتر بتر کر دیا۔ وہ ایسی کتاب ہے کہ اس میں ہر چیز کی تفصیل موجود ہے اور اس میں آئندہ اور گذشتہ کی خبریں موجود ہیں۔ اور باطل کو اس کی طرف راہ نہیں ہے نہ آگے سے نہ پیچھے سے اور وہ خدا تعالیٰ کا نور ہے۔“ (خطبہ الہامیہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۶ صفحہ ۱۰۳)

(۲) ”انہ درة تيممة ظاهره نور و باطنه نور و فوقه نور و تحته نور و في كل لفظه كلمته نور۔ حنة رُو حانية ذللت قطوفها تذليلة و تحرى من تحته الانهار۔ كل ثمرة السعادة توجد فيه و كل قيس يقتبس منه“ (آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۵۴۵) قرآن پاک ایک انمول موتی ہے۔ اسکے باہر روشنی ہے اور اسکے اندر روشنی ہے۔ اور اسکے اوپر روشنی ہے اور اسکے نیچے روشنی ہے اور اسکے ہر لفظ میں روشنی ہے۔ یہ ایک روحانی باغ ہے جس کے ڈھکے ہوئے پھل آسانی سے توڑے جاسکتے ہیں اور اس میں نہریں بہتی ہیں۔ ہر خوش بختی کا پھل اس میں پایا جاتا ہے اور ہر شرع اس سے روشن کی جاسکتی ہے۔

(۳) ”اور تمہارے لیے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو بھور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے اُن کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوع انسان کیلئے رُوئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔“ (کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۳)

واضح ہو کہ آپ نے کسی تنازعہ دینی امر کے فیصلہ کیلئے جس معیار یعنی اللہ کی کتاب کی بات کی ہے وہ کتنی عظیم کتاب ہے۔ خاکسار نے درج بالا سطور میں اسکے متعلق اللہ تعالیٰ کے ارشادات لکھے ہیں۔ اسی طرح جس برگزیدہ نبی ﷺ پر یہ کتاب نازل ہوئی تھی اُس کا ارشاد بھی لکھ دیا ہے ”کہ اگر اسے مضبوط پکڑ لو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔“ اور پھر حضور ﷺ کے غلام حضرت مہدی و مسیح موعود نے اللہ کی کتاب کے متعلق جو فرمایا ہے اس کا بھی مختصر اذکر کر دیا ہے۔ اب اگر کوئی نیا نقطہ نظر یا نظریہ ہمارے سامنے آئے تو اس ضمن میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ اس ضمن میں حضور کی نصیحت بھی ملاحظہ فرمائیے۔

”اصل بات یہ ہے کہ جب تک انسان کسی بات کو خالی الذہن ہو کر نہیں سوچتا اور تمام پہلوؤں پر توجہ نہیں کرتا اور غور سے نہیں سنتا۔ اُس وقت تک پرانے خیالات نہیں چھوڑ سکتا۔ اس لیے جب آدمی کسی نئی بات کو سنے تو اُسے یہ نہیں چاہیے کہ سنتے ہی اُس کی مخالفت کیلئے تیار ہو جاوے بلکہ اُس کا فرض ہے کہ اُس کے سارے پہلوؤں پر پورا فکر کرے اور انصاف اور دیانت اور سب سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کے خوف کو مد نظر رکھ کر تنہائی میں اس پر سوچے۔“ (ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۲۳۱)

پیشگوئی زکی غلام مسیح الزماں (مصلح موعود)

محترم انصر رضا صاحب۔ آپ کے بقول کسی بھی متنازعہ دینی امر کے تصفیہ کیلئے صرف اور صرف اللہ کی کتاب قرآن کریم بطور معیار کافی ہے۔ یہ بالکل درست ہے لیکن ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی کے سلسلہ میں ہمارے ہاتھ میں قرآن کریم کے علاوہ ایک اور ذریعہ بھی ہے اور وہ ہیں زکی غلام سے متعلق حضرت مہدی مسیح موعودؑ پر نازل ہونیوالے مبشر الہامات۔ واضح ہو کہ جس طرح قرآن کریم ایک بزرگ رسول ﷺ کا قطعی الہامی کلام ہے جس کے متعلق کسی بھی قسم کا شک و شبہ نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح زکی غلام سے متعلق مبشر الہامات بھی ایک اُمتی نبی، مہدی مسیح موعودؑ اور مجدد آلف آخر کا قطعی الہامی کلام ہے جس نے شان انبیاء کے مطابق اس کلام کو اپنی زندگی میں اخبارات اور رسائل میں شائع کر دیا تھا۔ لہذا اگر جماعت احمدیہ میں کسی وقت الہامی پیشگوئی مصلح موعود کے مصداق کے سلسلہ میں کوئی تنازعہ پیدا ہو جائے یعنی ایک سے زیادہ مدعیان مصلح موعود کھڑے ہو جائیں تو اُن کے درمیان قرآن کریم اور زکی غلام سے متعلق مبشر الہامات کی روشنی میں فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ اُن میں سے کس کا دعویٰ حق پر مبنی ہے اور کون جھوٹا ہے؟ مجھے اُمید ہے آپ اس ضمن میں میرے ساتھ مکمل اتفاق کریں گے لیکن اگر آپ کو اس معاملہ میں پس و پیش ہو تو پھر معذرت کیساتھ کہتا ہوں کہ آپ کو اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیے۔ آپ کو دیکھنا ہوگا کہ آیا آنحضرت ﷺ اور حضرت مہدی مسیح موعودؑ پر آپ کے ایمان میں کہیں کوئی کمی تو نہیں آگئی اور آپ کہیں نام کے مسلمان اور نام کے احمدی تو نہیں رہ گئے۔ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی کے سلسلہ میں گزارش ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ پیشگوئی بیثاق النبیین کے ضمن (connection) میں حضرت بائے جماعت پر نازل فرمائی تھی۔ جیسا کہ وہ اپنے کلام میں فرماتا ہے۔

”وَإِذْ أَخَذْنَا لَهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَضْتُمْ وَآخَذْتُمْ عَلَيَّ ذَلِكُمْ أَصْرِي قَالُوا أَقْرَضْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَإِنَّا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ ۝ فَمَنْ تَوَلَّى بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ ۝“ (ال عمران آیت = ۸۲-۸۳) اور جب اللہ نے سب نبیوں والا پختہ عہد لیا تھا کہ جو بھی کتاب اور حکمت میں تمہیں دوں، پھر تمہارے پاس کوئی رسول آئے جو اس کلام کو پورا کرنے والا ہو جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور ہی اُس پر ایمان لانا اور ضرور اُسکی مدد کرنا، فرمایا تھا کہ کیا تم اقرار کرتے ہو اور اس پر میری طرف سے ذمہ داری قبول کرتے ہو؟ انہوں نے کہا تھا، ہاں ہم اقرار کرتے ہیں، فرمایا اب تم گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔ اب جو (شخص) اس عہد کے بعد پھر جائے تو ایسے لوگ فاسق ہوں گے۔

یہ وہ بیثاق النبیین ہے جس کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو اُسکے بعد آنیوالے مصلح کی خبر دی تھی۔ اللہ تعالیٰ اس بیثاق النبیین کے مطابق مصلحین کو بھیج کر اُمتوں یا جماعتوں کا امتحان لیتا رہا ہے کہ آیا وہ اپنے دعویٰ ایمان میں سچی تھیں یا کہ نام کی مومن۔ مذہب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ہر نئے آنیوالے مصلح کی مدلل اتمام حجت کے باوجود اُسکی قوم یا جماعت نے بیثاق النبیین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اُس کا انکار کر دیا۔ مثلاً حضرت مسیح ابن مریمؑ، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور حضرت مرزا غلام احمدؑ یہ سب بیثاق النبیین کے مطابق آنیوالے موعود مصلحین تھے اور انکی قوموں نے بڑی دلیری کیساتھ ان سب کا انکار کیا تھا۔ واضح رہے کہ یہودی اور عیسائی مثیل موسیٰ اور فارقلید (احمد) کو بنی اسرائیل میں ڈھونڈتے رہے جبکہ وہ بنی اسماعیل میں سے ظاہر ہو گئے۔ اسی طرح مسلمان امام مہدی کو آج تک حضرت فاطمہؑ کی عمرت میں ڈھونڈ رہے ہیں اور مسیح موعود کو اسرائیلی مسیح ابن مریم علیہ السلام خیال کرتے ہوئے اُسکے نزول کیلئے آسمان کی طرف نظریں لگائے بیٹھے ہیں۔ حالانکہ امر واقع یہ ہے کہ امام مہدی اور مسیح موعود ایک صدی قبل ہندوستان کے ایک غیر معروف گاؤں قادیان میں ایک ایسی قوم میں ظاہر ہوئے جس کا کسی مسلمان کو گمان تک نہیں تھا اور اسی وجہ سے اُمت محمدیہ کی اکثریت اُنکی قبولیت سے محروم رہی۔ پہلی قوموں نے اپنے موعودوں کا اس لیے انکار کیا تھا کیونکہ وہ موعود ان کی خود ساختہ اُمتوں اور خواہشات کے مطابق ظاہر نہیں ہوئے تھے۔ جس طرح یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کی بیثاق

النبیین کے مطابق آزمائش ہو چکی ہے اسی طرح کیا یہ ضروری نہیں تھا کہ افراد جماعت احمدیہ کی بھی آزمائش ہوتی کہ آیا وہ امام آخر زماں پر اپنے ایمان لانے میں سچے ہیں یا کہ برائے نام مومن؟ اسی غرض کو پورا کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد کو اُسکے دعویٰ کے اوائل ہی میں بیثاق النبیین کے مطابق ایک ”زکی غلام“ کی بشارت بخشی تھی۔

آج جماعت احمدیہ بھی پہلی اُمتوں اور قوموں کی طرح پیشگوئی ”مصلح موعود“ کے سلسلہ میں اسی قسم کی ایک زبردست آزمائش میں داخل ہو چکی ہے۔ پیشگوئی مصلح موعود کی غرض و غایت بھی یہی تھی کہ اللہ تعالیٰ معلوم کرے کہ کون سے احمدی حضرت مرزا صاحبؑ پر اپنے دعویٰ ایمان میں سچے ہیں اور کون سے برائے نام احمدی؟ کون سے احمدی اُس کلام اللہ جو آنحضرت ﷺ پر نازل ہوا اور جو حضرت مہدی مسیح موعودؑ پر نازل ہوا کی پیروی کر نیوالے ہیں اور کون سے نام کے احمدی اور اپنے دنیاوی مفادات کی پیروی کر نیوالے ہیں؟

برادر انصر رضا صاحب۔ بیثاق النبیین کے مطابق نازل ہونیوالی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی مصلح موعود سے متعلق آپکا بھی وہی عقیدہ ہے جو جماعت احمدیہ قادیانی گروپ کا ہے اور وہ یہ کہ اس الہامی پیشگوئی کے مصداق اپنے دعویٰ اور اعلان کے مطابق جناب خلیفہ ثانی صاحب تھے۔ لیکن خاکسار آپکی خدمت میں بڑے ادب کیساتھ گزارش کرتا ہے کہ یہ موعود زکی غلام حضور کا کوئی صلیبی لڑکا نہیں تھا اور نہ ہی قرآن کریم اور زکی غلام سے متعلق مبشر الہامات کی روشنی میں ثابت ہو سکتا ہے بلکہ یہ آپکا روحانی فرزند ہے اُسی طرح جس طرح آپ آنحضرت ﷺ کے روحانی فرزند تھے۔ اب ہمارا باہمی تنازعہ صرف اور صرف ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی کے متعلق ہے کہ اس الہامی

پیشگوئی میں جس زکی غلام کی بشارت دی گئی تھی اور جس کو حضورؐ نے مصلح موعود قرار دیا تھا کیا وہ موعود کی غلام حضورؐ کا کوئی صلی لڑکا تھا یا کہ وہ آپ کا کوئی روحانی فرزند ہے؟
 برادر۔ واضح رہے کہ جس قرآن کریم کو ہم فرقان اور میزان مانتے ہیں اور جس کے نذآگے سے اور نہ ہی پیچھے سے جھوٹ آسکتا ہے۔ یہ کتاب نہ صرف متقیوں کو ہدایت دینے والی ہے بلکہ ہمارے ہر متنازعہ دینی امر میں فیصلہ کیلئے معیار بھی ہے۔ اس کتاب کے مطابق جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو کسی وجود کی بشارت دیتا ہے تو بشارت کے وقت وہ مُبَشِّر وجود عالم ناسوت (یعنی دنیا) میں موجود نہیں ہوتا بلکہ وہ بشارت کے بعد پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے بعض انبیاء علیہم السلام کی مثالیں دے کر ہمیں سمجھایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں اُنکے بچوں کی بشارتیں دی تھیں تو اُس وقت وہ بچے دنیا میں موجود نہیں تھے بلکہ یہ سب بشارتوں کے بعد پیدا ہوئے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو حضرت اسماعیلؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ کی بشارتیں بخشیں تھیں اور بشارت کے وقت یہ دونوں بیٹے اور پوتا دنیا میں موجود نہیں تھے بلکہ بشارتوں کے بعد پیدا ہوئے تھے۔
 اسی طرح حضرت یحییٰؑ اور حضرت مسیح ابن مریمؑ بھی بشارت کے وقت دنیا میں موجود نہیں تھے بلکہ بشارتوں کے بعد پیدا ہوئے اور یہ حقیقت درج ذیل آیات سے کامل طور پر ثابت ہو جاتی ہے مثلاً۔۔۔ (۱) صافات = آیات۔ ۱۰۳ تا ۱۰۱ (۲) ہود = آیات۔ ۲۰ تا ۳۳ (۳) ذاریات = آیات۔ ۳۱ تا ۳۹ (۴) الحجر = آیات۔ ۵۶ تا ۵۷ (۵) مریم = آیات۔ ۱۰ تا ۸ (۶) ال عمران = آیات۔ ۳۹ تا ۴۱ (۷) ال عمران = آیات۔ ۴۲ تا ۴۸ (۸) مریم = آیات۔ ۲۰ تا ۲۱۔

قرآن کریم کی مذکورہ بالا سورتوں میں درج بالا حوالہ جات کے مطابق پڑتال کر کے دیکھا جاسکتا ہے کہ بشارت کے وقت ان مبشروں میں سے کوئی ایک بھی دنیا میں موجود نہیں تھا بلکہ یہ سارے بچے بشارتوں کے بعد پیدا ہوئے۔ پیشگوئی مصلح موعود کے ضمن میں چونکہ ہمارا باہمی تنازعہ زکی غلام کے متعلق ہے جس کو حضورؐ نے مصلح موعود فرمایا تھا لہذا خاکسار دیگر انبیاء کا ذکر چھوڑتے ہوئے یہاں صرف حضرت مریم علیہ السلام کا واقعہ لکھتا ہے۔ جب فرشتہ آپ کے آگے ظاہر ہو کر فرماتا ہے۔

”قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا“ (مریم۔ ۲۰، ۲۱، ۲۲) ترجمہ۔ (تفسیر صغیر) (فرشتہ نے) کہا۔ میں تو صرف تیرے رب کا بھیجا ہوا بیغا مبر ہوں تاکہ میں تجھے (وحی کے مطابق) ایک زکی (پاک اور نیک) غلام دوں۔ (مریم نے) کہا۔ میرے ہاں غلام کہاں سے ہوگا۔ حالانکہ اب تک مجھے کسی مرد نے نہیں چھوا۔ اور میں کبھی بدکاری میں مبتلا نہیں ہوئی۔ (فرشتہ نے) کہا (بات) اسی طرح ہے (جس طرح تو نے کبھی، مگر) تیرے رب نے یہ کہا ہے، کہ یہ (کام) مجھ پر آسان ہے اور (ہم اسلئے یہ غلام پیدا کریں گے) تاکہ اُسے لوگوں کیلئے ایک نشان بنا سکیں اور اپنی طرف سے رحمت (کا موجب بھی بنائیں) اور یہ (امر) ہماری تقدیر میں طے ہو چکا ہے۔

جب فرشتہ نے حضرت مریم علیہ السلام کو ایک زکی غلام کی بشارت دی تھی تو اُس وقت حضرت مریم علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ میرے ہاں غلام کیسے پیدا ہوگا کیونکہ میں تو غیر شادی شدہ ہوں وغیرہ۔ حضرت مریم کا فرشتہ سے یہ مکالمہ ظاہر کر رہا ہے کہ موعود کی غلام اس وقت مریم کے پاس نہیں تھا بلکہ وہ بشارت کے بعد پیدا ہوا تھا۔ اگر اللہ تعالیٰ فرشتہ اور مریم کے درمیان اس مکالمہ کا ذکر قرآن کریم میں نہ فرماتا تو پھر کوئی انسان ضد کیسا تھ کج بحثی کر سکتا تھا کہ ہو سکتا ہے کہ غلام پہلے سے مریم کے پاس ہو۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے فرشتہ اور مریم کے درمیان مکالمے کا ذکر فرما کر ہر قسم کی کج بحثی کی گنجائش کو ختم کر دیا۔

قرآن کریم کی مندرجہ بالا سورتوں میں اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ انبیاء کو جب فرشتوں نے انہیں غلاموں کی بشارت سے نوازا تھا تو اس وقت ان انبیاء اور حضرت مریم علیہ السلام نے جواباً فرمایا تھا کہ ہمارے ہاں غلام کیسے پیدا ہونگے؟ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مذکورہ انبیاء اور فرشتوں کے درمیان مکالموں کی روشنی میں اپنی ایک سنت کا اظہار فرمایا ہے کہ جب میں اپنے کسی بندے کو کسی غلام کی بشارت دیتا ہوں تو بشارت کے وقت وہ مبشر دنیا میں موجود نہیں ہوتا بلکہ بشارت کے بعد پیدا ہوتا ہے۔ اور پھر ایک دوسری جگہ پر اللہ تعالیٰ نے ہمیں مزید اپنی سنت کے متعلق فرمادیا کہ اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا (سورۃ فتح۔ ۲۴) اللہ کی اس سنت کو یاد رکھو، جو ہمیشہ سے چلی آئی ہے اور تو کبھی بھی اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہیں پائے گا۔

قرآن کریم میں بیان فرمودہ سنت اللہ بطور امام اور مہممن ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ وہ سنت اللہ جو قرآن کریم میں وارد ہو چکی ہے۔ وہی امام اور مہممن ہے اور ممکن نہیں ہے کہ اس سنت اللہ سے ہٹ کر کوئی الہام کسی پر نازل ہو۔ اس ضمن میں حضرت مہدی مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:-

”یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہر ایک الہام کیلئے وہ سنت اللہ بطور امام اور مہممن اور پیشرو کے ہے جو قرآن میں وارد ہو چکی ہے اور ممکن نہیں کہ کوئی الہام اس سنت کو توڑ کر ظہور میں آوے کیونکہ اس سے پاک نوشتوں کا باطل ہونا لازم آتا ہے۔“ (روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۹۱)

غلام مسیح الزماں سے متعلق مبشر الہامات کا ترتیب وار نزول۔ اب خاکسار وہ سارا مبشر کلام الہی یہاں درج کرتا ہے جو حضور پرز کی غلام کے سلسلہ میں نازل ہوا تھا۔

(۱) ”إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ حَسِينٍ“۔ یعنی ہم تجھے ایک حسین غلام کے عطا کرنے کی خوشخبری دیتے ہیں۔ (تذکرہ صفحہ ۲۹۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۲۰۰)

(۲) خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے (جل شانہ و عزا اسمہ) نے اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ!

”میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے پاپیہ قبولیت جگہ دی۔ اور تیرے سفر

کو (جو ہوشیار پورا اور لودھیانہ کا سفر ہے) تیرے لیے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر

کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر! تجھ پر سلام۔ خدانے یہ کہا۔ تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں۔ موت کے پنجے سے نجات پائیں۔ اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں۔ اور تا

دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تا حق اپنی تمام برکتوں کیساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کیساتھ بھاگ جائے۔ اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر

ہوں۔ جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ اور تا وہ یقین لائیں۔ کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے۔ اور خدا کے دین اور اسکی کتاب اور اس کے پاک

رسول محمد مصطفیٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔

سو تجھے بشارت ہو۔ کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا۔ جو بصورت پاک لڑکا تمہارا

مہمان آتا ہے۔ اُس کا نام عمونائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے۔ اور وہ رحمت سے پاک ہے۔ وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔

اُس کیساتھ فضل ہے۔ جو اسکے آنے کے ساتھ آریگا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں

سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے۔ کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اُسے کلمۃ تجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم۔ اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے

گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ (اسکے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دو شنبہ ہے مبارک دو شنبہ۔ فرزند دلہند گرامی ارجمند۔ مَظْهَرُ الْأَوَّلِ وَالْآخِرِ۔ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ كَأَنَّ اللَّهَ

نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے مسح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح

ڈالیں گے۔ اور خدا کا سایہ اُسکے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور تو میں اس سے برکت

پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وَ كَانَ أَمْرًا مَّقْضِيًّا“ (تذکرہ صفحہ ۱۱۱ تا ۱۰۹ بحوالہ مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ۱۰۰ تا ۱۰۲)

(۳) ۱۸۹۴ء۔ ”إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ“۔ یعنی ہم تجھے ایک غلام کی بشارت دیتے ہیں۔ (تذکرہ صفحہ ۲۱۲ بحوالہ روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۴۰ حاشیہ)

(۴) ۱۸۹۶ء۔ ”إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ۔ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ كَأَنَّ اللَّهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ“۔ ترجمہ۔ ہم تجھے ایک حلیم غلام کی بشارت دیتے ہیں جو حق اور بلندی کا مظہر ہوگا

گویا خدا آسمان سے اترے۔ (تذکرہ صفحہ ۲۳۸ بحوالہ روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۶۲)

(۵) ۱۳ اپریل ۱۸۹۹ء۔ ”إِصْبِرْ مَلِيًّا سَاهَبُ لَكَ غُلَامًا زَكِيًّا“۔ یعنی کچھ تھوڑا عرصہ صبر کر میں تجھے ایک زکی غلام عنقریب عطا کروں گا۔ (تذکرہ صفحہ ۷۷ بحوالہ روحانی

خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۲۱۶)

(۶) ۲۶ دسمبر ۱۹۰۵ء۔ ”إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ نَافِلَةٍ لَكَ۔ نَافِلَةٌ مِنْ عِنْدِي“۔ ہم تجھے ایک غلام کی بشارت دیتے ہیں۔ وہ تیرے لیے نافلہ ہے۔ ہماری طرف سے نافلہ ہے۔

(تذکرہ صفحہ ۵۰۰/روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۲۹ بحوالہ الحکم جلد ۱۰ نمبر امور ۱۰۔ جنوری ۱۹۰۶ء صفحہ ۱)

(۷) مارچ ۱۹۰۶ء۔ ”إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ نَافِلَةٍ لَكَ“۔ ہم ایک غلام کی تجھے بشارت دیتے ہیں۔ جو تیرے لیے نافلہ ہوگا۔ (تذکرہ صفحہ ۵۱۹ بحوالہ الحکم جلد ۱۰ نمبر ۲۴ مارچ

۱۹۰۶ء صفحہ ۱)

(۸) ۱۹۰۶ء۔ ”إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ مَظْهَرِ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ كَأَنَّ اللَّهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ“۔ ہم ایک غلام کی تجھے بشارت دیتے ہیں جو حق اور اعلیٰ کا مظہر ہوگا۔ گویا آسمان سے خدا

اترے گا۔ (تذکرہ صفحہ ۵۵۴ بحوالہ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۹۸ تا ۹۹)

(۹) ۱۶ ستمبر ۱۹۰۷ء۔ ”إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ“۔ ہم تجھے ایک حلیم غلام کی بشارت دیتے ہیں۔ (تذکرہ صفحہ ۶۱۹ بحوالہ الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۳ مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۱)

(۱۰) اکتوبر ۱۹۰۷ء۔ ”(۵) إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ (۶) يَنْزِلُ مِنْزِلَ الْمُبَارَكِ (۷) سَاقِيَا مَدَنٍ عِيدِ مَبَارَكِ بَادَتِ“ (تذکرہ صفحہ ۶۲۲ بحوالہ الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۹ مورخہ ۳۱۔

اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۱) ترجمہ۔ ہم تجھے ایک حلیم غلام کی بشارت دیتے ہیں جو مبارک احمد کی شبیہ ہوگا۔ اے ساقی عید کا آنا تجھے مبارک ہو۔

(۱۱) ۶/۷- نومبر ۱۹۰۷ء۔ ”سَأَهَبُ لَكَ غُلَامًا زَكِيًّا۔ رَبِّ هَبْ لِي ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً۔ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اُسْمُهُ يَحْيٰى۔ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحَابِ الْفِيلِ۔ ... آمدن

عید مبارک بادت۔ عید تو ہے چاہے کرو یا نہ کرو۔“ (تذکرہ ۶۲۶ بحوالہ الحکم جلد ۱۱ نمبر ۴۰، ۱۰۔ نومبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۳) ترجمہ۔ میں ایک زکی غلام کی بشارت دیتا ہوں۔ اے میرے خدا پاک اولاد مجھے بخش۔ میں تجھے ایک غلام کی بشارت دیتا ہوں جس کا نام یحییٰ ہے۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے اصحابِ فیل کیساتھ کیا کیا۔

غلام مسیح الزماں (مصلح موعود) کے متعلق چند اہم نکات۔

(۱) یہ بات یاد رکھیں کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں دو (۲) وجودوں (یعنی ایک وجیہہ اور پاک لڑکا اور ایک زکی غلام) کی بشارت دی گئی تھیں۔ وجیہہ اور پاک لڑکا کے متعلق تو اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرمادی تھی کہ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا۔ لیکن زکی غلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے مہم کی وفات تک کوئی ایسی وضاحت نہیں فرمائی۔ اب اگر زکی غلام حضور علیہ السلام کا صلی لڑکا ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندے کو اس طرح بشارت دیتا۔ سو تجھے بشارت ہو۔ کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا۔ اور اس طرح وجیہہ اور پاک لڑکا اور زکی غلام دونوں کا حضور علیہ السلام کے صلی لڑکے ہونے میں کوئی ابہام نہ رہتا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں فرمایا بلکہ صرف اور صرف وجیہہ اور پاک لڑکا کے متعلق فرمایا کہ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا۔ لیکن زکی غلام کیا ہوگا اور کون ہوگا اس راز پر سے اللہ تعالیٰ نے اپنی کسی مصلحت کی وجہ سے پردہ نہیں اٹھایا؟

(۲) اولاً اللہ تعالیٰ نے ۱۸۸۱ء میں حضور علیہ السلام پر ایک حسین غلام کی بشارت نازل فرمائی تھی۔ اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں حضور کو وجیہہ اور پاک لڑکا اور زکی غلام کی بشارت عطا فرمائی۔ اس مفصل الہامی پیشگوئی کے بعد پھر وقتاً فوقتاً مختلف اوقات میں نو (۹) دفعہ غلام کی بشارتیں نازل ہوئیں تھیں۔ اس طرح غلام کے متعلق کل گیارہ (۱۱) دفعہ بشارتیں ہوئی ہیں۔ واضح رہے کہ قرآن کریم میں غلام کا لفظ (۱) صلی لڑکا اور (۲) نوجوان لڑکا دونوں معانی میں استعمال ہوا ہے۔ صلی معنوں میں مثلاً۔ حضرت ابراہیم، حضرت زکریا اور اسی طرح حضرت مریم صدیقہ علیہم السلام کو جن غلاموں کی بشارتیں ملی تھیں وہ سب انکے صلی لڑکے تھے اور انکے گھروں میں پیدا ہوئے تھے۔

ثانیاً۔ نوجوان لڑکا (youth) کے معنی میں مثلاً۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ”وَجَاءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَى دَلْوُهُ قَالَ يَا بُشْرَى هَذَا غُلَامٌ وَأَسْرُوهُ بِضَاعَةً وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَعْمَلُونَ“ (یوسف۔ ۲۰) ترجمہ۔ اور ایک قافلہ آیا اور انہوں نے اپنے پانی لانے والے کو بھیجا اور اُس نے اپنا ڈول ڈالا۔ تو اُس نے کہا اے (قافلہ والو) خوشخبری! یہ ایک لڑکا ہے۔ اور انہوں نے اُسے ایک پونجی کے طور پر چھپالیا اور اللہ اُسے خوب جانتا تھا جو وہ کرتے تھے۔

یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ جب کنویں میں ڈول ڈالنے والے نے کنویں میں ایک لڑکے کو دیکھا تو اُس نے اپنے ساتھیوں کو خوشخبری دیتے ہوئے کہا کہ یا بُشْرَى هَذَا غُلَامٌ۔ اے خوشخبری ہو یہ ایک لڑکا ہے۔ اب یہاں جسے هَذَا غُلَامٌ کہا گیا تھا وہ یعنی حضرت یوسف علیہ السلام ان قافلہ والوں کے صلی لڑکے نہیں تھے بلکہ اُن کیلئے صرف ایک نوجوان لڑکا یا غلام تھے۔ اسی طرح سورۃ کہف کی آیات نمبر ۷۵، ۷۶ اور ۸۳ میں بھی غلام کا لفظ نوجوان لڑکا (youth) یا غلام کے معنی میں آیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ حضور کو جو گیارہ (۱۱) دفعہ غلام کی بشارتیں ہوئیں کیا یہ بشارتیں صلی لڑکوں کے متعلق تھیں۔؟ اگر یہ بشارتیں صلی لڑکوں کیلئے ہوئی تھیں تو یقیناً یہ گیارہ لڑکے حضور کے گھر میں پیدا ہونے چاہیے تھے لیکن آپ کے گھر میں صرف پانچ لڑکے پیدا ہوئے۔ تو پھر اس سے کیا نتیجہ نکلتا ہے۔؟ کیا نعوذ باللہ من ذالک غلام کے متعلق یہ مبشر الہامات غلط تھے۔؟ نہیں ہرگز غلط نہیں تھے۔ بلکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ غلام کی یہ بشارتیں صلی لڑکوں کیلئے نہیں ہوئی تھیں بلکہ یہ بشارتیں محض نوجوان لڑکا (youth) یا غلام کے معنوں میں ہوئی تھیں۔

(۳) ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ غلام کی گیارہ (۱۱) بشارتیں مختلف گیارہ (۱۱) غلاموں کے متعلق ہوئی تھیں یا کہ ان بشارتوں میں صرف ایک ہی زکی غلام کا وعدہ دیا گیا تھا۔؟ واضح ہو کہ ان تمام بشارتوں میں ایک ہی زکی غلام کی بشارت دی گئی تھی۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ ۲۰ فروری کی مفصل الہامی پیشگوئی کے بعد جو نو (۹) دفعہ غلام کی بشارتیں ہوئی تھیں۔ ان بشارتوں میں غلام کی انہیں صفات کا ذکر ہے جو کہ مفصل پیشگوئی مصلح موعود میں بیان فرمائی گئی تھیں۔ مثلاً۔ ان نو (۹) میں سے چھ (۶) بشارتوں میں اُسے بار بار حلیم، زکی اور مَظْهَرِ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ كَأَنَّ اللَّهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ فرمایا گیا ہے۔ غلام کی یہ وہی صفات ہیں جو کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی مفصل الہامی پیشگوئی میں موجود ہیں۔ باقی تین بشارتوں میں ایک دفعہ اُسے صرف غلام اور دو (۲) دفعہ اُسے نافلہ فرمایا گیا ہے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ نافلہ بھی زکی غلام یعنی مصلح موعود کو ہی فرمایا گیا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے نافلہ کے معنی پوتا کرتے ہوئے جب نافلہ غلام سے متعلقہ بشارتوں کو اپنے پہلے پوتے یعنی مرزا بشیر الدین محمود احمد کے پہلے لڑکے نصیر احمد (روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۲۸) پر چسپاں کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندے کو یہ بتانے کیلئے کہ نافلہ کے یہاں معنی ”پوتا“ کی بجائے ”زائد انعام“ کے ہیں اُس پوتے کو فوت کر لیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورہ بنی اسرائیل میں فرماتا ہے۔ وَمَنْ الْبَيْلِ فَتَهَجِدْ بِهِ نَافِلَةً لَكَ عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا۔ (بنی اسرائیل: ۸۰) اور رات کو بھی تو اس (قرآن) کے ذریعہ سے کچھ سو لینے کے بعد شب بیداری کیا کر، جو تجھ پر ایک زائد انعام ہے۔ عنقریب تیرا رب تجھے مقام محمود میں کھڑا کرے گا۔

اسی طرح زکی غلام سے متعلقہ آخری بشارت جو کہ ۶۔ نومبر ۱۹۰۷ء کو نازل ہوئی تھی اس میں ایک بشارت میں غلام کو یحییٰ کا نام بھی دیا گیا ہے۔ یہ یحییٰ بھی وہی زکی غلام ہے۔ مثلاً ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں زکی غلام کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ۔ ”وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم۔ اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا۔“ اب یحییٰ کے لفظی معنی ہمیشہ زندہ رہنے والے کے ہوتے ہیں۔ اور سخت ذہین و فہیم ہونا اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیے جانے کے الفاظ دراصل لفظ یحییٰ کے قائم مقام ہیں۔ کیونکہ جو شخص علم کو زندہ رکھتا ہے علم اُسے زندہ رکھتا ہے۔ علم کو زندہ کرنے والا خود زندہ ہو جاتا ہے اور لفظ یحییٰ کے بھی یہی معنی ہیں ”ہمیشہ زندہ رہنے والا“۔

(۴) اس سے یہ قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ حضور علیہ السلام پر جو گیارہ (۱۱) دفعہ غلام کی بشارتیں نازل ہوئی تھیں۔ یہ سب بشارتیں نہ تو صلیبی لڑکوں کے متعلق تھیں اور نہ ہی ان بشارتوں میں گیارہ (۱۱) مختلف غلاموں کی بشارتیں دی گئی تھیں بلکہ یہ سب بشارتیں ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کی مفصل الہامی پیشگوئی میں وعدہ دیئے گئے زکی غلام کے متعلق تھیں جس نے اپنی آخری بشارت یعنی ۶۔ نومبر ۱۹۰۷ء کے بعد پیدا ہونا تھا۔ مگر عرض کرتا ہوں کہ اس زکی غلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے لڑکے کی طرح (وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا) اپنے برگزیدہ مہدی و مسیح موعود علیہ السلام سے کوئی قطعی وعدہ نہیں فرمایا تھا کہ وہ اس زکی غلام کو کہاں پیدا فرمائے گا۔؟ اللہ تعالیٰ اگر چاہتا تو ۶، ۷۔ نومبر ۱۹۰۷ء کے بعد اس زکی غلام کو حضور کی صلب یعنی اپنا بنائے فارس میں بھی پیدا فرما سکتا تھا لیکن اب اُس نے اس موعود زکی غلام یعنی اس عاجز کو اپنے برگزیدہ بندے کی روحانی اولاد یعنی جماعت میں پیدا فرما کر اپنا فیصلہ صادر فرما دیا ہے کہ اُس نے اسے کہاں پیدا فرمانا تھا۔؟

باغ میں ملت کے ہے کوئی گل رعنا کھلا آئی ہے باد صبا گلزار سے مستانہ وار

آ رہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے گو کہود یوانہ میں کرتا ہوں اُس کا انتظار

(۵) خاکسار انتہائی اختصار کیساتھ آپ سے گزارش کرتا ہے کہ ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں دو (۲) وجودوں کی بشارت بخشی گئی ہے۔ (۱) ایک وجیہہ اور پاک لڑکا (۲) ایک زکی غلام۔ لڑکے کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں وضاحت فرمادی تھی کہ ”وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا“ اور اس طرح اس موعود لڑکے نے تو بہر حال حضرت مرزا صاحبؒ کے گھر میں پیدا ہونا تھا خواہ وہ نو (۹) سالہ معیاد کے اندر پیدا ہوتا یا نو (۹) سال کے بعد۔ واضح ہو کہ یہ موعود لڑکا مورخہ ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء کو بشیر احمد اول کے رنگ میں حضورؒ کے گھر میں پیدا ہوا تھا۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے اس لڑکے کو حضورؒ کے گھر میں پندرہ (۱۵) ماہ بطور مہمان رکھ کر مورخہ ۴۔ نومبر ۱۸۸۸ء کو اپنی طرف اٹھالیا اور آگے اُسکے مثیل کی بشارت دے دی۔ اور پھر یہ مثیل مرزا بشیر الدین محمود احمد کی شکل میں پیدا ہو کر موعود لڑکے سے متعلقہ ضمنی الہامی پیشگوئی کا مصداق بنا۔ ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی کا اصل مصداق زکی غلام تھا اور اُسے ہی حضورؒ نے مصلح موعود قرار دیا تھا۔ اگرچہ ملہم نے زکی غلام کیساتھ بریکٹ میں لفظ (لڑکا) لکھ کر اسے اپنا جسمانی لڑکا خیال کیا تھا لیکن یہ حضورؒ کا اجتہادی خیال تھا۔ اور جب ہم زکی غلام سے متعلق مبشر الہامات (جو ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء سے بھی پہلے یعنی ۱۸۸۱ء سے شروع ہو کر مسلسل حضورؒ کی وفات کے قریب یعنی ۶، ۷۔ نومبر ۱۹۰۷ء تک آپ پر نازل ہوتے رہے) کو دیکھتے ہیں تو ہمیں پتہ ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موعود زکی غلام کو حضورؒ کے گھر میں بطور جسمانی لڑکا پیدا ہی نہیں کیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ زکی غلام آئندہ کسی زمانے میں پیدا ہونے والا حضورؒ کا کوئی روحانی فرزند تھا۔ یہ اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ حضرت بائے جماعت علیہ السلام کا کوئی بھی لڑکا زکی غلام یعنی مصلح موعود نہیں ہو سکتا لہذا خلیفہ ثانی صاحب کا دعویٰ مصلح موعود قطعی طور پر غلط تھا۔ اگر خلیفہ ثانی صاحب اپنا دعویٰ موعود لڑکا ہونے تک محدود رکھتے تو ان کا دعویٰ درست ہوتا لیکن انہوں نے الہامی پیشگوئی مصلح موعود میں موعود لڑکا سے متعلقہ ضمنی الہامی پیشگوئی سے تجاوز کر کے مصلح موعود یعنی موعود زکی غلام ہونے کا دعویٰ کر دیا جو کہ قطعی طور پر قرآن کریم اور زکی غلام سے متعلق حضورؒ کے مبشر الہامات کے خلاف ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ حضورؒ کو اپنے الہامی کلام پر اسکے کلام اللہ ہونے کے ضمن میں اتنا ہی یقین تھا جتنا آپ کو قرآن کریم کی وحی کے بارے میں یقین تھا۔ آپ علیہ السلام اپنی وحی کے متعلق فرماتے ہیں:-

”وان كان الامر خلاف ذلك على فرض المحال فنبتنا كله من ايدينا كالمتمتع الردي ومادة السعال۔“ (روحانی خزائن جلد ۵، آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۱) اگر میری وحی قرآن کے خلاف ہو تو میں اسے تھوک کی طرح پھینک دوں۔

برادر محترم۔ بقول آپکے ہمارے کسی بھی متنازع دینی امر کے فیصلہ کیلئے ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب یعنی قرآن کریم ہے۔ مزید برآں ہم سب ان خوش نصیبوں میں بھی شامل ہیں جنہیں مثیل مصطفیٰ اور امتی نبی اور مجدد الف آخر پر ایمان لانے کی توفیق ملی ہے۔ اور ہمارے اس ایمان لانے کا مطلب ہے کہ ہم بشمول ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی ان تمام مبشر الہامات پر بھی ایمان لائے ہیں جو حضورؒ پر نازل ہوئے۔ اب الہامی پیشگوئی مصلح موعود کے مصداق کے سلسلہ میں یہ تمام مبشر الہامات بھی قرآن کریم کی طرح معیار ہیں جو اس ضمن میں حضورؒ پر نازل ہوئے تھے۔ اب ان دونوں معیاروں (قرآن کریم اور زکی غلام سے متعلق مبشر الہامات) کے مطابق اور انکی روشنی میں حضرت مہدی و مسیح موعود کا کوئی بھی لڑکا الہامی پیشگوئی مصلح موعود (زکی غلام) کے دائرہ بشارت میں ہی نہیں آتا لہذا ان دونوں معیاروں کی رُو سے ثابت ہوا کہ جناب خلیفہ ثانی صاحب کا دعویٰ مصلح

موجود قطعی طور غلط تھا اور وہ الہامی پیشگوئی مصلح موعود (ذکی غلام) کے مصداق نہیں تھے۔ اب میری آپ سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ آپ قرآن کریم اور ذکی غلام کے بارے میں حضرت مہدی مسیح موعود پر نازل ہونے والے مبشر الہامات کے اس فیصلے کو قبول فرما کر کیا پیشگوئی مصلح موعود کے سلسلہ میں اپنے عقیدے پر نظر ثانی کرو گے۔؟؟؟

برادر مرصا صاحب۔ اب تک قرآن کریم اور ذکی غلام سے متعلق مبشر الہامات کی رو سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ خلیفہ ثانی صاحب الہامی پیشگوئی مصلح موعود میں موعود لڑکا سے متعلقہ ضمنی الہامی پیشگوئی کے مصداق تو ہو سکتے ہیں لیکن الہامی پیشگوئی مصلح موعود (ذکی غلام) کے وہ قطعاً مصداق نہیں تھے لہذا اس طرح آپ کا دعویٰ مصلح موعود قطعی طور پر جھوٹا اور ایک سیاسی دعویٰ تھا جس کے نتیجے میں جماعت احمدیہ میں ایک عظیم فتنہ و فساد برپا کر دیا گیا ہے۔ اگر خلیفہ ثانی صاحب اپنے دعویٰ کو موعود لڑکا سے متعلقہ ضمنی پیشگوئی تک محدود رکھتے اور تجاویز کے الہامی پیشگوئی مصلح موعود پر قبضہ نہ کرتے تو جس عذاب میں آج افراد جماعت داخل ہیں یہ مصائب ان پر کبھی نازل نہ ہوتے۔ لیکن خلیفہ ثانی صاحب اور اسکی اولاد نے اپنے باپ کے جھوٹے دعویٰ مصلح موعود کو پکا اور دائمی بنانے اور آئندہ موعود ذکی غلام کی راہ روکنے کیلئے افراد جماعت پر یہ قیامتیں ڈھائی ہیں مثلاً۔ ایک جبری نظام کی اذیت۔ اخراج اور مقاطعہ کی سزائیں۔ افراد جماعت کو ایک مقتدر عدالتی نظام سے محروم رکھنا اور ختم نبوت کی طرح ختم مجددیت کا فتنہ پیدا کرنا وغیرہ۔ اب تک اگرچہ قرآن کریم کی رو سے خلیفہ ثانی صاحب کے دعویٰ مصلح موعود کا بطلان تو بخوبی ہو چکا ہے لیکن پھر بھی آئیں ایک اور زاویہ نظر (point of view) سے خلیفہ ثانی صاحب کے دعویٰ مصلح موعود پر نظر ڈالتے ہیں۔ اس غرض کیلئے ہم مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا پیشگوئی مصلح موعود کے بارے میں ۱۹۰۸ء میں مؤقف اور پھر خلیفہ ثانی بننے کے بعد اور دعویٰ مصلح موعود سے پہلے کے بیانات کا مشاہدہ اور تجزیہ کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ یہ بیانات کس حقیقت کی عکاسی کر رہے ہیں۔؟ یاد رہے کہ مبشر الہامات سے پتہ ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صاحبزادہ مبارک احمد کی وفات کے بعد بڑے واضح طور پر ذکی غلام (مصلح موعود) کو مثیل مبارک احمد قرار دے کر اپنے مبشر الہامات میں یہ بخوبی ظاہر فرمادیا تھا کہ اسکی پیدائش ۶۔ ۷ نومبر ۱۹۰۷ء کے بعد ہوگی۔ حضرت بائیں جماعت اس ذکی غلام اور مثیل مبارک احمد کا اپنے گھر میں پیدا ہونے کا انتظار کرتے کرتے بالآخر الہی تقدیر کے مطابق ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو اس دار فانی سے رخصت فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مثیل مبارک احمد یعنی مصلح موعود کے متعلق ۱۹۰۸ء میں مرزا بشیر الدین محمود احمد کا مؤقف

یہ بات یاد رکھیں کہ ذکی غلام یعنی مثیل مبارک احمد نہ حضور کی زندگی میں آپکے گھر میں پیدا ہوا اور نہ ہی آپکی وفات کے بعد آپکے گھر میں پیدا ہوا۔ اس پر مخالفین نے کافی شور و غوغا کیا کہ ذکی غلام اور مثیل مبارک احمد جس سے قوموں نے برکت پائی تھی وہ مرزا صاحب کے گھر میں پیدا ہی نہیں ہوا لہذا مرزا صاحب نعوذ باللہ اپنے دعاوی میں جھوٹے ہیں۔ حضرت بائیں سلسلہ کی وفات کے وقت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی عمر انیس (۱۹) سال تھی اور آپ اس وقت رسالہ تشہید لا ذہان کے ایڈیٹر تھے۔ آپ ذکی غلام مسیح الزماں یعنی مثیل مبارک احمد جس کو حضور نے مصلح موعود قرار دیا تھا سے متعلق مبشر الہامات (بطور خاص وہ مبشر الہامات جو مرزا مبارک احمد کی وفات کے بعد نازل ہوئے) کے ضمن میں مخالفین کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے مورخہ جون۔ جولائی ۱۹۰۸ء میں اپنے رسالہ تشہید لا ذہان میں لکھتے ہیں:-

”ان الہامات سے یہ مراد نہ تھی کہ خود حضرت اقدس سے لڑکا ہوگا بلکہ یہ مطلب تھا کہ آئندہ زمانہ میں ایک ایسا شخص تیری نسل سے پیدا ہوگا جو خدا کے نزدیک گویا تیرا ہی بیٹا ہوگا اور وہ علاوہ تیرے چار بیٹوں کے تیرا پانچواں بیٹا قرار دیا جائے گا۔ جیسے کہ حضرت عیسیٰ ابن داؤد کہلاتے ہیں ایسا ہی وہ آپ کا بیٹا کہلائے گا۔۔۔۔ پس صاف ظاہر ہے کہ وہ الہامات کسی آئندہ نسل کے لڑکے کی نسبت تھے۔“ (رسالہ تشہید لا ذہان ولیم۔ ۳ نمبر ۶۔ صفحات ۳۰۱ تا ۳۰۳۔ مورخہ جون جولائی ۱۹۰۸ء)

خلیفہ ثانی بننے کے بعد پیشگوئی مصلح موعود (ذکی غلام یعنی مثیل مبارک احمد) کے متعلق مرزا محمود احمد کے مؤقف میں تبدیلی

آپ حضرت بائیں سلسلہ کے بڑے بیٹے تھے۔ ہوش سنبھالتے ہی آپ کو بھی پیشگوئی مصلح موعود کا علم ہو گیا تھا۔ اصحاب احمد کی نظریں بھی آپ کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ آپ کی دینی تعلیم و تربیت بھی اپنے وقت کے چوٹی کے علمائے دین کی نگرانی میں ہوئی۔ اور اس طرح یہ بات یقینی ہے کہ پیشگوئی مصلح موعود بچپن سے ہی آپکے اعصاب پر سوار تھی۔ خلافت اولیٰ کے دوران بھی آپ حضرت خلیفہ اول کے مشیر خاص رہے۔ پھر حضرت خلیفہ مسیح اول کی وفات کے بعد لوگوں نے آپ کو علمی میں مصلح موعود سمجھتے ہوئے خلافت کی مسند پر بٹھایا۔ اور ان دنوں میں آپکی جو تقاریر شائع ہوئیں ان میں بھی آپ کو لوگوں نے مصلح موعود کا نام دیا اور اس کا ثبوت آج تک موجود ہے۔ دیکھیں نیوز نمبر ۵۔

www.alghulam.com برادر محترم۔ اب سوال یہ ہے کہ لوگوں کو کس طرح پتہ چلا کہ خلیفہ ثانی ہی مصلح موعود ہیں؟ کیا ان کو ۱۹۱۴ء میں الہام ہوا تھا؟ اگر ان کو الہام نہیں ہوا تھا تو پھر اپنے خیال اور اندازے کے مطابق ایک الہامی پیشگوئی کو کسی وجود پر خواہ وہ حضور کا جسمانی بیٹا ہی کیوں نہ ہو چسپاں کر دینا کیا ایک انتہائی خطرناک فعل نہیں تھا؟ ۱۴۔ مارچ ۱۹۱۴ء کو مسند خلافت پر بیٹھے ہی کیا خلیفہ ثانی کو اپنے مصلح موعود ہونے کا الہام ہو گیا تھا؟ اور اگر نہیں تو پھر ان لوگوں کو جو آپ کو قبل از وقت پیشگوئی مصلح موعود کا مصداق

بنارہے تھے آپ نے کیوں نہیں روکا؟۔ سب لوگ جانتے ہیں کہ مرزا طاہر احمد کے خلیفہ رابع بننے کے بعد اسی سال یا اگلے سال جلسہ سالانہ پر آپ کے متعلق بھی مثیل مصلح موعود کا نعرہ لگا تھا لیکن آپ نے ان لوگوں کو سختی کیساتھ منع کر دیا کہ یہ نعرہ مت لگاؤ۔ تو پھر خلیفہ ثانی نے ۱۹۲۴ء کی خواب سے پہلے ان لوگوں کو جو آپ کو ۱۹۱۴ء میں مصلح موعود بنا رہے تھے کیوں نہ روکا؟ خلیفہ ثانی صاحب نے ان لوگوں کو روکنے کی بجائے اپنا منظور نظر بنایا اور انہیں اپنی خوشنودی سے نوازا۔ لیکن جب اس ضمن میں جماعت میں مخالفت زیادہ ہونے لگی تو آپ نے ان کتابچوں اور رسالوں کو جلوہ یا جن میں آپ کو لوگوں نے مصلح موعود قرار دیا تھا۔ یہ سب کیا تھا اور کیوں تھا؟ اگر اللہ تعالیٰ کے علم میں خلیفہ ثانی مصلح موعود تھے تو پھر اس بات کا پہلے علم آپ کو ہونا چاہیے تھا نہ کہ آپ کے متعلق لوگ دعویٰ کرتے۔ بہر حال خلیفہ ثانی بننے کے بعد مرزا محمود احمد نے دیکھا کہ حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام کی محبت اور عقیدت کی وجہ سے افراد جماعت دعویٰ مصلح موعود سے پہلے ہی اُسے مصلح موعود بنا کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ جب مرزا محمود احمد نہ صرف یہ جانتے تھے بلکہ اس کی باقاعدہ اپنے رسالہ تھیذ لاذہان میں علی الاعلان اشاعت بھی کر چکے تھے کہ مثیل مبارک احمد (مصلح موعود) نے تو آئندہ کسی زمانے میں پیدا ہونا ہے تو پھر اس وقت تقویٰ کا یہ تقاضا نہیں تھا کہ محمدی خلفائے راشدین کی طرح وہ ان احمدیوں کو جو انہیں بغیر سوچے سمجھے اور بغیر کسی دلیل کے محض اندھی عقیدت میں مصلح موعود بنا رہے تھے روکتے اور انہیں سمجھاتے کہ مصلح موعود حضور کے جسمانی لڑکوں میں سے نہیں ہے؟ اُس مصلح موعود نے تو آئندہ کسی زمانے میں پیدا ہونا ہے۔ آپ مجھے بلاوجہ بلاشیری کیوں دے رہے ہیں؟ خلیفہ ثانی بننے کے بعد چونکہ جماعت احمدیہ کے سربراہ ہونے کی حیثیت سے آپ جماعت کے سیاہ و سفید کے مالک بن چکے تھے لہذا وہ طاقت کے نشے میں تقویٰ پر چلنے کی بجائے اپنی نفسانی خواہش کا شکار ہو گئے۔ اگرچہ وہ جانتے تھے کہ حضرت مہدی و مسیح موعود کے موجود لڑکے بشمول اُنکے پیشگوئی مصلح موعود کا مصداق نہیں ہو سکتے لیکن پھر بھی بعض نا عاقبت اندیش احمدیوں کی بلاشیری کی بدولت انہوں نے مصلح موعود بننے کے خواب دیکھنے شروع کر دیئے۔ اس غرض کیلئے انہوں نے رسالہ تھیذ لاذہان میں شائع شدہ اپنے سابقہ ۱۹۰۸ء کے مؤقف سے روگردانی کرتے ہوئے اسکے برخلاف سوچنا شروع کر دیا۔ اور اس سلسلہ میں اپنا مقصد پانے کیلئے اُنکے پیش نظر درج ذیل دو (۲) باتیں تھیں۔

(اولاً) میں کس طرح پیشگوئی مصلح موعود کے دائرہ بشارت میں آسکتا ہوں؟۔

(ثانیاً) میں جماعتی خدمات اس طرح سرانجام دوں کہ جن کی بنیاد پر بعد ازاں مصلح موعود ہونے کا جواز پیدا کیا جاسکے۔

ذیل میں خاکسار ان دونوں نکات کی حقیقت پر روشنی ڈالتا ہے۔

(۱) پیشگوئی مصلح موعود کے دائرہ بشارت میں آنے کیلئے نو (۹) سالہ معیار کا جھانسنہ۔

مبشر الہامات کی رو سے اگرچہ جناب خلیفہ ثانی صاحب جانتے تھے کہ وہ نہ مصلح موعود ہیں اور نہ ہی ہو سکتے ہیں۔ ۱۹۰۸ء میں تقویٰ پر مبنی اُن کا یہی مؤقف تھا اور یہی حقیقت مبشر الہامات سے ثابت ہوتی ہے اور اس ضمن میں جناب خلیفہ ثانی صاحب کے بیان کا حوالہ خاکسار پہلے دے چکا ہے۔ لیکن بعد ازاں ۱۹۱۴ء میں خلیفہ ثانی بننے کے بعد جب بعض خوشامدی مریدوں نے اپنی تحریر و تقریر میں اُنکے متعلق مصلح موعود کے الفاظ لکھنے اور بولنے شروع کر دیئے تو انہوں نے بھی الہامی پیشگوئی مصلح موعود کے متعلق اپنا مؤقف بدلنا شروع کر دیا۔ وہ اس طرح کہ جس عظیم الشان زکی غلام (مثیل مبارک احمد) نے ۱۹۰۸ء میں بقول مرزا بشیر الدین محمود احمد آئندہ کسی زمانے میں پیدا ہونا تھا اسکی پیدائش کے متعلق انہوں نے حضور کے ایک اجتہادی خیال (لیکن ہم جانتے ہیں کہ ایسا لڑکا بوجوب وعدہ الہی نو برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا خواہ جلد ہو خواہ دیر سے۔ بہر حال اس عرصہ کے اندر ضرور پیدا ہوگا۔ مجموعہ اشتہارات جلد ۱ ص ۱۱) کو بنیاد بنا کر آہستہ آہستہ افراد جماعت کے آگے یہ جواز پیش کرنا شروع کر دیا کہ اُس موعود نے الہامی پیشگوئی کے نو (۹) سال کے اندر پیدا ہونا ہے۔ ادھر مریدوں پر معذرت کیساتھ مخلصی کا بھوت سوار تھا اور انہوں نے یہ ضرورت ہی نہ محسوس کی کہ کم از کم حضور کے بیان فرمودہ نو (۹) سالہ معیار کی زکی غلام کے متعلق مبشر الہامات کی روشنی میں تھوڑی بہت جانچ پڑتال تو کر لیں۔ افراد جماعت کی اس بیجا عقیدت اور لاعلمی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس طرح جناب خلیفہ صاحب جھوٹے طور پر اپنے آپ کو الہامی پیشگوئی کے دائرہ بشارت میں لے آئے۔ اسی سلسلہ میں جلسہ سالانہ ۱۹۲۴ء کی اختتامی تقریر میں وہ اس کا یوں اظہار فرماتے ہیں۔

”پھر اشتہارات میں آپ (حضور۔ ناقل) نے یہ بھی تحریر فرمادیا تھا کہ ایسا لڑکا بوجوب الہام الہی ۹ سال کے عرصہ میں ضرور پیدا ہو جائے گا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ الہام الہی اسکی پیدائش کو ۹ سال میں ضروری قرار دیتا ہے۔ یہاں اجتہاد کا کوئی سوال نہیں بلکہ آپ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا یہ الہام ہے کہ وہ لڑکا ۹ سال کے اندر ضرور پیدا ہو جائے گا۔ پس تین یا چار سو سال کے بعد اگر کوئی شخص اس پیشگوئی کے مصداق ہونے کا دعویٰ کرے تو بہر حال ایسا شخص ہی اسکے مصداق ہونے کا اعلان کر سکتا ہے جو پیدا ۹ سال میں ہوا ہو لیکن ظاہر تین سو یا چار سو سال کے بعد ہوا ہو کیونکہ الہام اس بات کی تعیین کرتا ہے کہ آئیو لے موعود کو بہر حال ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء سے ۲۰ فروری ۱۸۹۵ء تک کے عرصہ کے اندر اندر پیدا ہو جانا چاہیے اس عرصہ کے بعد پیدا ہونے والا کوئی شخص اس پیشگوئی کا مصداق نہیں ہو سکتا۔“ (الموعود (دسمبر ۱۹۲۴)۔ انوار العلوم جلد ۱ ص ۵۴۲-۵۴۵)

نو (۹) سالہ معیار کا فریب

برادر محترم۔ اشتهار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء میں حضور علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: ”لیکن ہم جانتے ہیں کہ ایسا لڑکا **بموجب وعدہ الہی** نو برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا خواہ جلد ہو خواہ دیر سے۔ بہر حال اس عرصہ کے اندر ضرور پیدا ہوگا۔“

جناب خلیفہ ثانی صاحب دسمبر ۱۹۴۴ء میں بوقت دعویٰ مصلح موعود حضور کے مندرجہ بالا بیان کی طرف درج ذیل دو (۲) باتیں منسوب کر دیتے ہیں۔
(اولاً) وہ حضور کے بیان میں وعدہ الہی کو الہام الہی میں بدل دیتے ہیں۔

(ثانیاً) اُنکے مطابق نو (۹) سالہ معیاد یعنی ۲۰ فروری ۱۸۹۵ء تک پیدا ہونیوالا وجود ہی پیشگوئی مصلح موعود کا مصداق ہو سکتا ہے نہ کہ اس معیاد کے بعد پیدا ہونیوالا۔

برادر محترم۔ مرزا محمود احمد جون۔ جولائی ۱۹۰۸ء میں مکذبین مہدی و مسیح موعود کو مثیل مبارک احمد (زکی غلام/ مصلح موعود) کی بشارت کے سلسلہ میں جواباً فرما رہے تھے کہ!
”ان الہامات سے یہ مراد نہ تھی کہ خود حضرت اقدس سے لڑکا ہوگا بلکہ یہ مطلب تھا کہ آئندہ زمانہ میں ایک ایسا شخص تیری نسل سے پیدا ہوگا جو خدا کے نزدیک گویا تیرا ہی بیٹا ہوگا اور وہ علاوہ تیرے چار بیٹوں کے تیرا پانچواں بیٹا قرار دیا جائے گا۔ جیسے کہ حضرت عیسیٰ ابن داؤد کہلاتے ہیں ایسا ہی وہ آپ کا بیٹا کہلائے گا۔۔۔۔۔ پس صاف ظاہر ہے کہ وہ الہامات کسی آئندہ نسل کے لڑکے کی نسبت تھے۔“

اب ۱۹۴۴ء میں دعویٰ مصلح موعود کرتے وقت وہ اپنے ۱۹۰۸ء کے موقف کے برخلاف فرما رہے ہیں۔

”الہام اس بات کی تعین کرتا ہے کہ آئیو لے موعود کو بہر حال ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء سے ۲۰ فروری ۱۸۹۵ء تک کے عرصہ کے اندر اندر پیدا ہو جانا چاہیے اس عرصہ کے بعد پیدا ہونیوالا کوئی شخص اس پیشگوئی کا مصداق نہیں ہو سکتا۔“ اردو میں ایک محاورہ ہے کہ ”اُلٹی لنگا بہانا“۔ واضح رہے کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی مصلح موعود کے سلسلہ میں کیا خلیفہ ثانی صاحب نے جماعت احمدیہ میں اُلٹی لنگا نہیں بہادی۔؟؟؟؟؟ فَتَدَبَّرُوا أَيُّهَا الْعَاقِلُونَ۔

واضح رہے کہ حضور نے اپنے ۲۲۔ مارچ ۱۸۸۶ء کے اشتهار بعنوان ”اشتہار واجب الاظہار“ میں یہ جو فرمایا تھا کہ!

”لیکن ہم جانتے ہیں کہ ایسا لڑکا **بموجب وعدہ الہی** نو برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا خواہ جلد ہو خواہ دیر سے۔ بہر حال اس عرصہ کے اندر ضرور پیدا ہوگا۔“ (مجموعہ اشتهارات جلد ۱ صفحہ ۱۱۳)

یاد رکھیں کہ ان الفاظ میں حضور کی ”بموجب وعدہ الہی“ کے الفاظ سے ”۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں کیا گیا وعدہ الہی“ مراد ہے نہ کہ نو (۹) سال کے عرصہ کا وعدہ۔ جیسا کہ الہامی پیشگوئی میں اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندے سے وعدہ فرماتا ہے کہ۔ ”میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اُسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔“
باقی اس زکی غلام کی پیدائش کے متعلق حضور نے نو (۹) سال کے عرصے کا اجتہاد ظاہر فرمایا تھا۔ خاکسار نو (۹) سالہ معیاد کی حقیقت پر دیگر مضامین میں کافی روشنی ڈال چکا ہے (مثلاً۔ مضمون نمبر ۵۲۔ مصلح موعود کی پیدائش کے سلسلہ میں نو (۹) سالہ معیاد کی حقیقت) لہذا یہاں اسکے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ زکی غلام کے متعلق مبشر الہامات کا نزول ہمیں درج ذیل تین نتائج پر پہنچاتا ہے۔

(الف) زکی غلام کی پیدائش کے متعلق حضور کا نو (۹) سالہ خیال آپکا اجتہادی خیال تھا نہ کہ الہامی۔

(ب) زکی غلام یا مصلح موعود یا مثیل مبارک احمد (خواہ کوئی بھی نام دے لیں) کی پیشگوئی کے دائرہ بشارت سے حضور کے جسمانی لڑکے باہر ہو جاتے ہیں اور یہ الہامی پیشگوئی حضور کی روحانی اولاد یعنی ذریت (جماعت) کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔

(ج) زکی غلام مسیح الزماں سے متعلق مبشر الہامات کی روشنی میں مصلح موعود کی پیدائش ۶۔ نومبر ۱۹۰۷ء کے بعد قرار پاتی ہے۔

برادر انصر رضا صاحب۔ یہاں آپ سے میرا سوال ہے کہ خلیفہ ثانی صاحب کا مصلح موعود کی پیدائش کے سلسلہ میں حضور کے بیان فرمودہ نو (۹) سالہ اجتہادی عرصہ کو الہامی قرار دینا اور ۲۰ فروری ۱۸۹۵ء کے بعد پیدا ہونے والے کسی بھی احمدی کے متعلق یہ کہنا کہ وہ پیشگوئی مصلح موعود کا مصداق نہیں ہو سکتا کیا قطعی طور پر ایک غلط بیانی نہیں تھی؟۔

عقل عیار ہے سو بھیس بنا لیتی ہے عشق بے چارہ نہ صوفی نہ مُلّا نہ حکیم

(۱۱) خلیفہ ثانی صاحب کی جماعتی خدمات اور کارناموں کی حقیقت

خاکسار پہلے بھی بیان کر چکا ہے کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی مصلح موعود میں بطور فرغ ”وجہہ اور پاک لڑکا“ کے متعلق ایک دوسری پیشگوئی بھی موجود ہے۔ اس میں شک نہیں ہے کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد بطور مثیل بشیر احمد (اول) اس ضمنی پیشگوئی کے مصداق ہوتے ہوئے ایک باصلاحیت انسان تھے۔ ۱۹۱۴ء میں خلیفہ ثانی بننے کے بعد

لاکھوں افراد کی منظم جماعت اُسکے پیچھے تھی۔ انہیں ہر قسم کے جماعتی وسائل میسر تھے۔ انہوں نے ان میسر جماعتی وسائل کیساتھ تحریر و تقریر کے میدان میں اس انداز سے کام کرنا شروع کر دیا اور جماعتی ترقیاتی کام اس رنگ میں کروائے تاکہ بعد ازاں ان کامیابیوں کی بنیاد پر وہ پیشگوئی مصلح موعود کے دعوے دار بن سکیں۔ جبکہ امر واقع یہ ہے کہ یہ سب جماعتی ترقیاتی کام اور کارنامے افراد جماعت کی اجتماعی کوششوں کا نتیجہ تھے۔ لیکن کیا یہ عجیب بات نہیں کہ افراد جماعت کی اجتماعی کوششوں کے اس پھل کو ایک شخص (خلیفہ صاحب) نے اپنے غلط دعویٰ کو سچا بنانے کیلئے اپنی جھولی میں ڈال لیا۔؟؟۔ کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

خواب دیکھنے اور دعویٰ مصلح موعود سے پہلے کے بیانات۔ خلیفہ ثانی صاحب جون۔ ۱۹۳۷ء میں چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کو ایک خط میں لکھتے ہیں۔

(۱) ”میں خیال کرتا ہوں کہ مصلح موعود حضرت مسیح موعود کا کوئی جسمانی بیٹا ہی ہے نہ کہ کوئی ایسا شخص جو بعد کے زمانہ میں آئے گا۔ جہاں تک میں نے ان پیشگوئیوں پر غور کیا ہے تو نوے (۹۰) فیصدی باتیں میرے زمانہ خلافت کی کامیابیوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ جیسا میں خیال کرتا ہوں کہ جو شخص بھی ان پیشگوئیوں کا مصداق ہے اُس کیلئے دعویٰ کرنا ضروری نہیں۔ لہذا میں ایسا دعویٰ کرنا ضروری نہیں سمجھتا۔ میں سمجھتا ہوں خدا تعالیٰ نے ان پیشگوئیوں کی غرض و غایت کافی حد تک میرے ذریعہ پوری کر دی ہے۔ تاہم مجھے حیرانی نہیں ہو گی اگر خدا تعالیٰ میرے کسی بھائی کو میرے جیسی یا مجھ سے بھی بڑھ کر کامیابیاں حاصل کرنے کی توفیق دیدے۔“ (احمدیت۔ اسلام کی نشاۃ ثانیہ (انگریزی) مصنف محمد ظفر اللہ خاں صفحہ ۲۸۹)۔

جناب خلیفہ ثانی صاحب نے عملاً دعویٰ مصلح موعود ۱۹۳۴ء میں کیا تھا لیکن خلیفہ صاحب کے مندرجہ بالا الفاظ نشاندہی کر رہے ہیں کہ!

(اولاً) وہ ہمیشہ اس الہامی پیشگوئی پر غور و فکر کرتے رہتے تھے۔

(ثانیاً) اُن کا یہ گمان بھی تھا کہ اس الہامی پیشگوئی کا مصداق حضرت مہدی مسیح موعود کا کوئی جسمانی بیٹا ہی ہے (جب کہ زکی غلام سے متعلق مبشر الہامات خلیفہ ثانی کے اس گمان کی قطعی طور پر نفی کرتے ہیں۔ ناقل)

(ثالثاً) اگر خلیفہ ثانی صاحب کو پیشگوئی مصلح موعود میں کوئی دلچسپی نہیں تھی یا وہ خواب سے پہلے اپنے آپ کو اس پیشگوئی کا مصداق نہیں سمجھتے تھے تو وہ اس الہامی پیشگوئی کے متعلق یہ اندازے کیوں لگاتے رہے کہ پیشگوئی کے مصداق کو دعویٰ کرنے کی ضرورت ہے یا کہ نہیں۔؟

(رابعاً) اُن کے الفاظ سے یہ ظاہر ہے کہ وہ دعویٰ کرنے سے گھبراتے تھے اور وہ سمجھتے تھے کہ کہیں غلط دعویٰ کر کے میں الہی گرفت میں نہ آ جاؤں۔

(خامساً) اُن کے الفاظ سے یہ بھی ظاہر ہے کہ بطور خلیفہ ثانی وہ جو کارنامے سرانجام دیتے رہے یا جنہیں وہ سرانجام دینے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ ان کارناموں کے پیچھے اُن کا مقصد یہی تھا کہ کسی طرح وہ الہامی پیشگوئی مصلح موعود کے مصداق بن سکیں۔

(سادساً) اُن کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ وہ ۱۹۳۷ء میں ہی اپنے آپ کو پیشگوئی مصلح موعود کا مصداق سمجھتے تھے لیکن پھر بھی انہوں نے اپنے بھائیوں کو خوش کرنے اور مطمئن کرنے کے لیے اگرچہ سیاسی رنگ میں ہی سہی اتنی بات ضرور کہہ دی کہ ہو سکتا ہے میرا کوئی بھائی مجھ سے زیادہ کارنامے سرانجام دے کر اس پیشگوئی کا مصداق بن جائے۔ وغیرہ۔

برادر محترم انصر رضا صاحب۔ یہ سب حقائق بتا رہے ہیں کہ خلیفہ ثانی نے اس الہامی پیشگوئی کو اپنی مذہبی جاگیر سمجھا اور وہ اپنے ان الفاظ میں دراصل افراد جماعت کو یہ پیغام دے رہے تھے کہ اگر میں دعویٰ نہ بھی کروں تب بھی مجھے ہی پیشگوئی مصلح موعود کا مصداق سمجھنا۔ حالانکہ امر واقع یہ ہے کہ نہ خلیفہ ثانی اور نہ ہی آپ کا کوئی بھائی اس الہامی پیشگوئی کے دائرہ بشارت ہی میں نہیں آتے۔ اب سوال یہ ہے کہ خلیفہ ثانی صاحب کو یہ سب قیاس اور اندازے لگانے کی کیا ضرورت تھی۔؟ یہ سب کچھ کیا اس بات کی تصدیق نہیں کر رہا کہ پیشگوئی مصلح موعود نے خلیفہ ثانی کو کافی تذبذب میں ڈال رکھا تھا اور جو بھی آپ کے مقاصد تھے اور جو بھی آپ کے پروگرام تھے اُن کی راہ میں یہ الہامی پیشگوئی حائل تھی۔

(۲) خلیفہ ثانی صاحب ۷ جولائی ۱۹۳۹ء کو خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں۔

”میرے نزدیک مصلح موعود کی پیشگوئی چونکہ مامور کے متعلق نہیں بلکہ غیر مامور کے متعلق ہے اس لیے وہ ان پیشگوئیوں میں داخل ہی نہیں جن میں کسی دعویٰ کی ضرورت ہو۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ یہ پیشگوئی مجھ پر چسپاں نہیں ہوتی بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب کوئی پیشگوئی کسی مامور کے متعلق نہ ہو تو اس میں دعویٰ کی ضرورت نہیں ہوتی۔“ (الفضل مورخہ ۲۔

اگست ۱۹۳۹ء)

(اولاً) جناب خلیفہ ثانی کو اس بات کا کہاں سے پتہ چل گیا کہ الہامی پیشگوئی مصلح موعود غیر مامور کے متعلق ہے۔؟ کیا آپ کو الہام ہوا تھا۔؟ اور اگر الہام نہیں ہوا تھا تو پھر دعویٰ سے پہلے پیشگوئی مصلح موعود کے متعلق یہ قیاس اور اندازے آپ کیوں لگاتے رہے؟

(ثانیاً) خلیفہ ثانی کو یہ کہاں سے پتہ چل گیا کہ پیشگوئی مصلح موعود میں اسکے مصداق کو دعویٰ کرنے کی ضرورت نہیں؟

(ثالثاً) وہ یہ بھی فرما رہے ہیں کہ یہ پیشگوئی تو مجھ پر چسپاں ہوتی ہے لیکن مجھے دعویٰ کرنے کی ضرورت نہیں۔ آپ کا یہ ایک ڈھکوسلا تھا اور اس کی بنیاد پر آپ دعویٰ نہ کرنے کا جواز پیش کر کے دراصل افراد جماعت کو قائل کر رہے تھے کہ اگر میں دعویٰ مصلح موعود نہ بھی کروں تب بھی پیشگوئی مصلح موعود کا میں ہی مصداق ہوں۔ مزید برآں آپ کا یہ ڈھکوسلا اس حقیقت کی بھی غمازی کر رہا ہے کہ الہامی پیشگوئی مصلح موعود میں خیانت کرنے پر آپ کا ضمیر آپ کو ملامت کر رہا تھا۔ برادر محترم! کیا یہ سب کچھ اس حقیقت کا کھلا ثبوت نہیں ہے کہ خلیفہ ثانی پر مصلح موعود بننے کا بھوت سوار تھا؟

(۳) جناب خلیفہ ثانی صاحب ۱۹۴۰ء میں ایک خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں۔

”لوگوں نے کوشش کی ہے کہ میں دعویٰ مصلح موعود کروں لیکن میں اسکی ضرورت نہیں سمجھتا۔ کہا جاتا ہے کہ میرے پیروکار یقین رکھتے ہیں کہ میں مصلح موعود ہوں حالانکہ میں نے کوئی ایسا دعویٰ نہیں کیا۔ میں ایسا دعویٰ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ اگر میں واقعی مصلح موعود ہوں تو میرے دعویٰ مصلح موعود نہ کرنے سے میرے مقام پر فرق نہیں پڑتا۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور نہ ہو اس سے متعلق پیشگوئی کے سلسلہ میں کسی شخص کا دعویٰ کرنا ضروری نہیں۔ حضرت مسیح موعود کی منظوری سے جو سابقہ مجددین کی فہرست شائع ہوئی ہے ان میں سے کتنوں نے دعویٰ کیا؟ میں نے حضرت مسیح موعود کو فرماتے سنا ہے کہ اورنگ زیب بھی اپنے وقت کا مجدد تھا۔ کیا اس نے کوئی دعویٰ کیا؟ عمر بن عبدالعزیز کو بھی مجدد تسلیم کیا جاتا ہے۔ کیا اس نے کوئی دعویٰ کیا؟ لہذا ایک غیر مامور کیلئے دعویٰ کرنا ضروری نہیں۔ ایک مامور سے متعلق پیشگوئی کے سلسلہ میں دعویٰ کرنا ضروری ہے۔ ایک غیر مامور کی صورت میں کسی شخص کی کامیابیوں کو دیکھا جائے گا کہ وہ پیشگوئی کا مصداق ہے یا نہیں۔ اسلئے ضروری نہیں کہ وہ دعویٰ کرے (یہاں پر خلیفہ ثانی کے کارناموں کی حقیقت کھل جاتی ہے کہ وہ بڑے زور و شور سے جماعتی خدمت کس مقصد کیلئے کرتے رہے اور اب وہ مصلح موعود بننے کیلئے آہستہ آہستہ افراد جماعت کو اپنے کارناموں کی طرف متوجہ کر رہے ہیں۔ ناقل)۔ ایسی صورت میں اگر کوئی شخص کسی پیشگوئی کے مصداق ہونے کا انکار بھی کر دے تب بھی یہی سمجھا جائے گا کہ پیشگوئی اسکے وجود میں پوری ہوگئی۔۔۔۔۔ لہذا میں یہ ضروری نہیں سمجھتا کہ کوئی دعویٰ کروں کہ میں مصلح موعود ہوں۔“ (احمدیت۔ اسلام کی نشاۃ ثانیہ (انگریزی) مصنف محمد ظفر اللہ خاں، صفحہ ۲۸۹)

برادر محترم! جناب خلیفہ ثانی صاحب ان الفاظ میں فرماتے ہیں کہ!

(اولاً) اگر کسی پیشگوئی کا مصداق مامور ہو تو اس کیلئے دعویٰ کرنا ضروری ہے اور غیر مامور کیلئے دعویٰ کرنا ضروری نہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ۶، ۵ جنوری ۱۹۴۲ء کی درمیانی شب خواب دیکھنے کے بعد انہیں دعویٰ کرنے کی کیوں اور کہاں سے ضرورت پیش آگئی؟ کیا خواب دیکھنے کے بعد پیشگوئی مصلح موعود کی نوعیت بدل گئی اور یہ مامور والی پیشگوئی بن گئی تھی؟۔ برادر محترم۔ اگر یہ پیشگوئی خلیفہ ثانی کے اعصاب پر سوار نہیں تھی تو پھر وہ خواب دیکھنے اور دعویٰ کرنے سے پہلے یہ قیاس اور اندازے کیوں لگاتے رہے؟

(ثانیاً) خلیفہ ثانی ان الفاظ میں افراد جماعت کو ایک بار پھر یہ پیغام دے رہے ہیں اور ان کو قائل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ اگر میں دعویٰ نہ بھی کروں تب بھی میں ہی مصلح موعود ہوں اور اس پیشگوئی کا مصداق مجھے ہی سمجھنا۔ لیکن آپکی یہ گول مول باتیں اس امر کی تصدیق کر رہی ہیں کہ آپ جانتے تھے کہ اگر کوئی شخص مصلح موعود ہوا اور وہ آپ کے بعد آیا تو آپ کا دعویٰ کرنا بڑی بھاری غلطی اور حماقت ہوگی۔ اس لیے آپ کی یہ کوشش تھی کہ مجھے دعویٰ بھی نہ کرنا پڑے اور میں مصلح موعود بھی تسلیم کیا جاؤں۔

(ثالثاً) وہ یہ بات بھی کہتے ہیں کہ امت محمدیہ میں کسی مجدد نے دعویٰ نہیں کیا لہذا پیشگوئی مصلح موعود کے مصداق کو بھی کسی دعویٰ کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اسکے کارناموں سے ہی اس کو پہچانا جائے گا۔ خلیفہ صاحب پیشگوئی کے مصداق ہونے کے پیمانے کا تعین بھی خود ہی کر رہے ہیں کہ اسکے کارناموں کی وجہ سے اُسے پہچانا جائے گا۔ تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ خواب دیکھنے کے بعد انہوں نے حلقاً دعویٰ مصلح موعود کیوں کیا؟ یہ بات یاد رکھیں کہ اگر کسی موعود وجود کی بشارت دی گئی ہو تو وقت مقررہ پر جب اللہ تعالیٰ اُس موعود کو اُس پیشگوئی کے مصداق ہونے کا علم دیتا ہے تو پھر لازماً اُس موعود کو دعویٰ کر کے اُس پیشگوئی کے مصداق ہونے کا اعلان کرنا پڑتا ہے۔

برادر محترم! اب سوال یہ ہے کہ اگر پیشگوئی مصلح موعود کے مصداق کی پہچان لوگوں نے اُسکے کارناموں کی بدولت ہی کرنی تھی تو پھر خواب دیکھنے کے بعد خلیفہ صاحب نے ۱۹۴۲ء میں دعویٰ مصلح موعود کیوں کیا تھا؟ یہ سب متضاد باتیں بتا رہی ہیں کہ خلیفہ ثانی کو اس پیشگوئی کا بہت خوف تھا اور وہ ”نہ رہے بانس اور نہ بچے بانسری“ کے محاورے کے مطابق پیشگوئی مصلح موعود کے متعلق اپنا یہ خوف دور کرنا چاہتے تھے۔۔۔۔۔ فَتَدَبَّرُوا إِلَيْهَا الْعَاقِلُونَ۔

یاد رہے کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی کے مصداق کے متعلق حضور فرماتے ہیں مجھے ایک خواب میں اس مصلح موعود کی نسبت زبان پر یہ شعر جاری ہوا تھا۔

”اے فخرِ رسلِ قرب تو معلوم شد۔ دیر آمدہ ز راہ دور آمدہ“

اے رسولوں کے فخر تیرا خدا کے نزدیک مقام قرب مجھے معلوم ہو گیا ہے تو دیر سے آیا ہے (اور) دور کے راستہ سے آیا ہے۔ (مجموعہ اشتہارات جلد ۱ صفحہ ۱۹۱)

عجیب بات ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اس مصلح موعود کو رسولوں کے فخر کا خطاب دے رہا ہے اور خلیفہ ثانی صاحب فرما رہے ہیں کہ اس موعود کو دعویٰ کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ لوگ

اُسکے کارناموں کی وجہ سے اُسے پہچانیں گے۔ عجیب تضاد ہے خلیفہ ثانی کی اپنی باتوں میں۔ لیکن میں عرض کرتا ہوں کہ اس مصلح موعود نے اپنے وقت پر کھڑا ہونا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اس موعود کو اپنی جناب سے اُسے پیشگوئی کے مصداق ہونے کا قطعی علم اور قطعی ثبوت دیدے گا تو پھر وہ مصلح موعود ہونے کا دعویٰ کر کے لوگوں کو اپنے مقابلہ پر بلائے گا۔ لیکن لوگ لا جواب ہو کر اُسکے مقابلہ پر نہیں آئیں گے۔ اور اس طرح حضور علیہ السلام کی ایک اور پیشگوئی اُسکے وجود میں روز روشن کی طرح پوری ہو جائے گی۔

”اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رُو سے سب کا منہ بند کر دیں گے۔“ (روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۴۰۹)

(۴) جناب خلیفہ ثانی صاحب ۷۔ جولائی ۱۹۳۹ء کے خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں۔

”اگر مجھ پر تمام علامات چسپاں ہو رہی ہوں اور جس قدر نشانات مصلح موعود کے بتائے گئے ہوں وہ سب مجھ پر پورے ہو رہے ہوں۔۔۔ تو کوئی لاکھ شور مچاتا رہے کہ یہ مصلح موعود نہیں دنیا اُسکی بات پر کان نہیں دھرے گی۔“ (الفضل مورخہ ۲۔ اگست ۱۹۳۹ء)

جناب خلیفہ ثانی صاحب کو اگر پیشگوئی مصلح موعود میں دلچسپی نہیں تھی تو پھر دعویٰ سے پہلے آپ ایسی بہکی بہکی باتیں کیوں کرتے رہے؟ آپ کی یہ باتیں غمازی کر رہی ہیں کہ آپ کو اس پیشگوئی میں بہت دلچسپی تھی اور آپ ۱۹۲۲ء سے پہلے یعنی جولائی ۱۹۳۹ء میں ہی مصلح موعود بنے ہوئے تھے۔ بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں اور اس میں قطعاً کوئی جھوٹ نہیں کہ جناب خلیفہ ثانی خلافت کی گدڑی پر ابراجمان ہوتے ہی مصلح موعود بن بیٹھے تھے۔ جنوری ۱۹۲۲ء میں خواب وغیرہ کا دیکھنا تو افراد جماعت کو دھوکہ دینے کیلئے محض ایک فریب تھا۔

(۵) ایک اور جگہ پر آپ فرماتے ہیں۔

”پس میں مصلح موعود ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا۔ اگر میں ہوں تو الحمد للہ۔ دعویٰ سے فائدہ نہیں۔ اگر میں نہیں تو اس احتیاط سے میں ایک غلطی سے محفوظ ہو گیا۔“ (تاریخ احمدیت جلد نہم (۹) صفحہ ۲۸)

برادر محترم۔ جناب خلیفہ ثانی صاحب کے ان الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ پیشگوئی مصلح موعود نے خلیفہ ثانی صاحب کو اپنی طرف ہمہ وقت متوجہ کر رکھا تھا اور وہ اُسکے متعلق ہمیشہ غور و فکر کرتے رہتے تھے۔ وہ بخوبی جانتے تھے کہ اگر اس الہامی پیشگوئی کا کوئی اور مصداق ہو تو میرا دعویٰ مصلح موعود کرنا بہت بڑی غلطی ہوگی لیکن بالآخر انہوں نے یہ غلطی ۲۸ جنوری ۱۹۲۲ء میں ایک طویل اور مبہم خواب کی بنیاد پر دعویٰ کر کے کر ڈالی۔

خاکسار جناب خلیفہ ثانی صاحب کے خواب کے متعلق کچھ عرض کرنے سے پہلے بتانا چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت ساری غیب کی باتیں سچی خوابوں کے ذریعے اپنے بندوں پر ظاہر فرماتا ہے لیکن اُسکے باوجود یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ ہر خواب رحمانی نہیں ہوا کرتی۔ خوابوں کے متعلق حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام نے یوں فرمایا ہے۔

”تین قسم کی خوابیں ہوتی ہیں۔ ایک نفسانی، ایک شیطانی اور ایک رحمانی۔ نفسانی جیسے بلی کو چھوڑوں کے خواب۔ شیطانی وہ جس میں ڈرو حشت ہو۔ رحمانی خواب خدا تعالیٰ کی طرف سے پیغام ہوتی ہے اور اس کا ثبوت صرف تجربہ ہے۔“ (ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۳۲۸)

خلیفہ ثانی کا خواب۔ ”میں نے دیکھا کہ میں ایک مقام پر ہوں جہاں جنگ ہو رہی ہے وہاں کچھ عمارتیں ہیں۔ نہ معلوم وہ کڑھیاں ہیں یا ٹرنچز (Trenches) ہیں۔ بہر حال وہ جنگ کے ساتھ تعلق رکھنے والی عمارتیں ہیں۔ وہاں کچھ لوگ ہیں جنکے متعلق میں نہیں جانتا کہ آیا وہ ہماری جماعت کے لوگ ہیں۔ یا یونہی مجھے ان سے تعلق ہے۔ میں ان کے پاس ہوں۔ اتنے میں مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے جرمن فوج نے جو اس فوج سے کہ جس کے پاس میں ہوں۔ برسر پیکار ہے یہ معلوم کر لیا ہے کہ میں وہاں ہوں اور اس نے اس مقام پر حملہ کر دیا ہے۔ اور وہ حملہ اتنا شدید ہے کہ اس جگہ کی فوج نے پسا ہونا شروع کر دیا۔ یہ کہ وہ انگریزی فوج تھی یا امریکن فوج یا کوئی اور فوج تھی۔ اسکا مجھے اس وقت کوئی خیال نہیں

آیا۔ بہر حال وہاں جو فوج تھی اس کو جرمنوں سے دہنا پڑا۔ اور اس مقام کو چھوڑ کر وہ پیچھے ہٹ گئی۔ جب وہ فوج پیچھے ہٹی تو جرمن اس عمارت میں داخل ہو گئے۔ جس میں میں تھا۔ تب میں خواب میں کہتا ہوں۔ دشمن کی جگہ پر ہنا درست نہیں۔ اور یہ مناسب نہیں کہ اب اس جگہ ٹھہرا جائے۔ یہاں سے ہمیں بھاگ چلنا چاہیے۔ اس وقت میں رویا میں صرف یہی نہیں۔ کہ تیزی سے چلتا ہوں بلکہ دوڑتا ہوں۔ میرے ساتھ کچھ اور لوگ بھی ہیں اور وہ بھی میرے ساتھ ہی دوڑتے ہیں۔ اور جب میں نے دوڑنا شروع کیا تو رویا میں مجھے یوں معلوم ہوا جیسے میں انسانی مقدرت سے زیادہ تیزی کیساتھ دوڑ رہا ہوں۔ اور کوئی ایسی زبردست طاقت مجھے تیزی سے لے جا رہی ہے کہ میلوں میل ایک آن میں میں طے

کرتا جا رہا ہوں۔ اس وقت میرے ساتھیوں کو بھی دوڑنے کی ایسی ہی طاقت دی گئی مگر پھر بھی وہ مجھ سے بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔ اور میرے پیچھے ہی جرمن فوج کے سپاہی میری گرفتاری کیلئے دوڑتے آ رہے ہیں مگر شاید ایک منٹ بھی نہیں گزرا ہوگا کہ مجھے رویا میں یوں معلوم ہوتا ہے کہ جرمن سپاہی بہت پیچھے رہ گئے ہیں مگر میں چلتا چلا جاتا ہوں۔ اور یوں

معلوم ہوتا ہے کہ زمین میرے پاؤں کے نیچے سہکتی چلی جا رہی ہے یہاں تک کہ میں ایک ایسے علاقہ میں پہنچا جو دامن کوہا کے نام سے مشہور ہے۔ ہاں جس وقت جرمن فوج نے حملہ کیا

ہے۔ روڈ میں مجھے یاد آتا ہے کہ کسی سابق نبی کی کوئی پیشگوئی ہے یا خود میری کوئی پیشگوئی ہے اس میں اس واقعہ کی خبر پہلے سے دی گئی تھی اور تمام نقشہ بھی بتایا گیا تھا کہ جب وہ موعود اس مقام سے دوڑے گا تو اس طرح دوڑے گا۔ اور پھر فلاں جگہ جائیگا۔ چنانچہ روڈ میں جہاں میں پہنچا ہوں وہ مقام اس پہلی پیشگوئی کے عین مطابق ہے۔ اور مجھے معلوم ہوتا ہے کہ پیشگوئی میں اس امر کا بھی ذکر ہے کہ ایک خاص رستہ ہے جسے میں اختیار کروں گا۔ اور اس راستہ کے اختیار کرنے کی وجہ سے دنیا میں بہت اہم تغیرات ہونگے۔ اور دشمن مجھے گرفتار کرنے میں ناکام رہے گا۔ چنانچہ جب میں یہ خیال کرتا ہوں تو اس مقام پر مجھے کئی ایک پک ڈنڈیاں نظر آتی ہیں جن میں سے کوئی کسی طرف جاتی ہے اور کوئی کسی طرف۔ میں ان پک ڈنڈیوں کے بالمقابل دوڑتا چلا گیا ہوں تا معلوم کروں۔ کہ پیشگوئی کے مطابق مجھے کس راستہ پر جانا چاہیے۔ اور میں اپنے دل میں یہ خیال کرتا ہوں کہ مجھے تو یہ معلوم نہیں کہ میں نے کس راستہ سے جانا ہے۔ اور میرا کس راستہ سے جانا خدائی پیشگوئی کے مطابق ہے۔ ایسا نہ ہو میں غلطی سے کوئی ایسا راستہ اختیار کر لوں۔ جس کا پیشگوئی میں ذکر نہیں۔ اس وقت میں اس سڑک کی طرف جا رہا ہوں جو سب کے آخر میں بائیں طرف ہے۔ اس وقت میں دیکھتا ہوں۔ کہ مجھ سے کچھ فاصلہ پر میرا ایک اور ساتھی ہے اور مجھے آواز دیکر کہتا ہے کہ اس سڑک پر نہیں۔ دوسری سڑک پر جائیں۔ اور میں اسکے کہنے پر اس سڑک کی طرف جو بہت دور ہٹ کر ہے واپس لوٹتا ہوں۔ وہ جس سڑک کی طرف مجھے آوازیں دے رہا ہے۔ انتہائی دائیں طرف ہے۔ اور جس سڑک کو میں نے اختیار کیا تھا وہ انتہائی بائیں طرف تھی۔ پس چونکہ میں انتہائی بائیں طرف تھا اور جس طرف وہ مجھے بلا رہا تھا۔ وہ انتہائی دائیں طرف تھی۔ اسلئے میں لوٹ کر اس سڑک کی طرف چلا۔ مگر جس وقت میں پیچھے کی طرف واپس ہٹا۔ ایسا معلوم ہوا کہ میں کسی زبردست طاقت کے قبضہ میں ہوں۔ اور اس زبردست طاقت نے مجھے پکڑ کر درمیان میں سے گزرنے والی ایک پک ڈنڈی پر چلا دیا۔ میرا ساتھی مجھے آوازیں دیتا چلا جاتا ہے کہ اس طرف نہیں، اس طرف۔ مگر میں اپنے آپکو بالکل بے بس پاتا ہوں۔ اور درمیانی پک ڈنڈی پر بھاگتا چلا جاتا ہوں۔ جب میں تھوڑی دور چلا تو مجھے وہ نشانات نظر آنے لگے۔ جو پیشگوئی میں بیان کئے گئے تھے۔ اور میں کہتا ہوں۔ میں اسی راستہ پر آ گیا جو خدا تعالیٰ نے پیشگوئی میں بیان فرمایا تھا۔ اس وقت روڈ میں میں اسکی کچھ تو جہہ بھی کرتا ہوں کہ میں درمیانی پک ڈنڈی پر جو چلا ہوں تو اسکا کیا مطلب ہے۔ چنانچہ جس وقت میری آنکھ کھلی معاً مجھے خیال آیا کہ دایاں اور بائیاں راستہ جو روڈ میں دکھایا گیا ہے۔ اس میں بائیں رستہ سے مراد خالص دنیوی کوششیں اور تدبیریں ہیں اور دائیں رستہ سے مراد خالص دینی طریق دعا اور عبادتیں وغیرہ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ ہماری جماعت کی ترقی درمیانی راستے پر چلنے سے ہوگی۔ یعنی کچھ تدبیریں اور کوششیں ہونگی اور کچھ دعائیں اور تقدیریں ہونگی۔ اور پھر یہ بھی میرے ذہن میں آیا کہ دیکھو قرآن شریف نے امت محمدیہ کو ائمہ و سبطاً قرار دیا ہے۔ اس وسطی راستہ پر چلنے کے یہی معنی ہیں کہ یہ امت اسلام کا کامل نمونہ ہوگی۔ اور چھوٹی پک ڈنڈی کی یہ تعبیر ہے کہ درمیانی راستہ جو درست راستہ ہے مگر اس میں مشکلات بھی ہوتی ہیں۔

غرض میں اس راستہ پر چلنا شروع ہوا۔ اور مجھے یوں معلوم ہوا کہ دشمن بہت پیچھے رہ گیا ہے۔ اتنی دور کہ نہ اس کے قدموں کی آہٹ سنائی دیتی ہے اور نہ اسکے آئینا کوئی امکان پایا جاتا ہے۔ مگر ساتھ ہی میرے ساتھیوں کے پیروں کی آہٹیں بھی کمزور ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اور وہ بھی بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔ مگر میں دوڑتا چلا جاتا ہوں۔ اور زمین میرے پیروں کے نیچے سمٹتی چلی جا رہی ہے۔ اس وقت میں کہتا ہوں کہ اس واقعہ کے متعلق جو پیشگوئی تھی۔ اس میں یہ بھی بتایا گیا تھا کہ اس رستہ کے بعد پانی آئیگا اور اس پانی کو عبور کرنا بہت مشکل ہوگا۔ اس وقت میں رستے پر چلنا تو چلا جاتا ہوں۔ مگر ساتھ ہی کہتا ہوں۔ وہ پانی کہاں ہے؟ جب میں نے کہا وہ پانی کہاں ہے تو یکدم میں نے دیکھا کہ میں ایک بہت بڑی جھیل کے کنارے پر کھڑا ہوں۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ اس جھیل کے پار ہو جانا پیشگوئی کے مطابق ضروری ہے۔ میں نے اس وقت دیکھا کہ جھیل پر کچھ چیزیں تیر رہی ہیں۔ وہ ایسی لمبی ہیں جیسے سانپ ہوتے ہیں اور ایسی باریک اور ہلکی چیزوں سے بنی ہوئی ہیں جیسے پیسے وغیرہ کے گھونسلے نہایت باریک ٹنکوں کے ہوتے ہیں۔ وہ اوپر سے گول ہیں جیسے اژدھا کی پیٹھ ہوتی ہے اور رنگ ایسا ہے جیسے پیسے کے گھونسلے سے سفیدی، زردی اور خاکی رنگ ملا ہوا۔ وہ پانی پر تیر رہی ہیں۔ اور انکے اوپر کچھ لوگ سوار ہیں جو انکو چلا رہے ہیں۔

خواب میں میں سمجھتا ہوں۔ یہ بت پرست قوم ہے اور یہ چیزیں جن پر یہ لوگ سوار ہیں، انکے بت ہیں اور یہ سال میں ایک دفعہ اپنے بتوں کو نہلاتے ہیں اور اب بھی یہ لوگ اپنے بتوں کو نہلانے کی غرض سے مقررہ گھاٹ کی طرف لے جا رہے ہیں۔ جب مجھے اور کوئی چیز پار لے جانے کیلئے نظر نہ آئی تو میں نے زور سے چھلانگ لگائی اور ایک بت پر سوار ہو گیا۔ تب میں نے سنا کہ بتوں کے پجاری زور زور سے مشرکانہ عقائد کا اظہار منتر اور گیتوں کے ذریعہ سے کرنے لگے۔ اس پر میں نے دل میں کہا کہ اس وقت خاموش رہنا غیرت کے خلاف ہے اور بڑے زور زور سے میں نے توحید کی دعوت ان لوگوں کو دینی شروع کی اور شرک کی برائیاں بیان کرنے لگا۔ تقریر کرتے ہوئے مجھے یوں معلوم ہوا کہ میری زبان اردو نہیں بلکہ عربی ہے۔ چنانچہ میں عربی میں بول رہا ہوں۔ اور بڑے زور سے تقریر کر رہا ہوں۔ روڈ میں ہی مجھے خیال آتا ہے کہ ان لوگوں کی زبان تو عربی نہیں۔ یہ میری باتیں کس طرح سمجھیں گے۔ مگر میں محسوس کرتا ہوں کہ گوانکی زبان کوئی اور ہے مگر یہ میری باتیں خوب سمجھتے ہیں۔ چنانچہ میں اسی طرح انکے سامنے عربی میں تقریر کر رہا ہوں۔ اور تقریر کرتے کرتے بڑے زور سے ان کو کہتا ہوں کہ تمہارے یہ بت اس پانی میں غرق کیے جائیں گے۔ اور خدائے واحد کی حکومت دنیا میں قائم کی جائے گی۔ ابھی میں یہ تقریر کر رہی رہا تھا کہ مجھے معلوم ہوا کہ اسی کشتی نما بت والا جس پر میں سوار ہوں یا اسکے ساتھ کے بت والا بت پرستی کو چھوڑ کر میری باتوں پر ایمان لے آیا ہے۔ اور موحد ہو گیا ہے۔ اسکے بعد اثر

بڑھنا شروع ہوا اور ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا اور تیسرے کے بعد چوتھا اور چوتھے کے بعد پانچواں شخص میری باتوں پر ایمان لاتا مشرکانہ باتوں کو ترک کرتا اور مسلمان ہوتا چلا جاتا ہے۔ اتنے میں ہم جھیل پار کر کے دوسری طرف پہنچ گئے۔ جب ہم جھیل کے دوسری طرف پہنچ گئے۔ تو میں انکو حکم دیتا ہوں کہ ان بتوں کو جیسا کہ پیشگوئی میں بیان کیا گیا تھا۔ پانی میں غرق کر دیا جائے۔ اس پر جو لوگ موحد ہو چکے ہیں وہ بھی اور جو ابھی موحد تو نہیں ہوئے مگر ڈھیلے پڑ گئے ہیں۔ میرے سامنے جاتے ہیں اور میرے حکم کی تعمیل میں اپنے بتوں کو جھیل میں غرق کر دیتے ہیں۔ اور میں خواب میں حیران ہوں کہ یہ تو کسی تیرنے والے مادے کے بنے ہوئے تھے۔ یہ اس آسانی سے جھیل کی تہہ میں کس طرح چلے گئے۔ صرف پجاری پکڑ کر ان کو پانی میں غوطہ دیتے ہیں اور وہ پانی کی گہرائی میں جا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اسکے بعد میں کھڑا ہو گیا اور پھر انہیں تبلیغ کرنے لگ گیا۔ کچھ لوگ تو ایمان لا چکے تھے۔

مگر باقی قوم جو ساحل پر تھی۔ ابھی ایمان نہیں لائی تھی۔ اسلئے میں نے انکو تبلیغ کرنی شروع کر دی۔ یہ تبلیغ میں انکو عربی زبان میں ہی کرتا ہوں۔ جب میں انہیں تبلیغ کر رہا ہوں تاکہ وہ لوگ بھی اسلام لے آئیں تو یک دم میری حالت میں تغیر پیدا ہوتا ہے اور مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ اب میں نہیں بول رہا بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے الہامی طور پر میری زبان پر باتیں جاری کی جا رہی ہیں جیسے خطبہ الہامیہ تھا۔ جو حضرت مسیح موعودؑ کی زبان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جاری ہوا۔ غرض میرا کلام اس وقت بند ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ میری زبان سے بولنا شروع ہو جاتا ہے۔ بولتے بولتے میں بڑے زور سے ایک شخص کو جو غالباً سب سے پہلے ایمان لایا تھا۔ غالباً کالفظ میں نے اسلئے کہا کہ مجھے یقین نہیں کہ وہی شخص پہلے ایمان لایا ہو۔ ہاں غالب گمان یہی ہے کہ وہی شخص پہلا ایمان لانے والا یا پہلا ایمان لانے والوں میں سے بااثر اور مفید وجود تھا۔ بہر حال میں یہی سمجھتا ہوں کہ وہ سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے ہے اور میں نے اس کا اسلامی نام عبدالشکور رکھا ہے۔ میں اسکو مخاطب کرتے ہوئے بڑے زور سے کہتا ہوں کہ جیسا کہ پیشگوئیوں میں بیان کیا گیا ہے۔ میں اب آگے جاؤں گا۔ اسلئے اے عبدالشکور تجھ کو میں اس قوم میں اپنا نائب مقرر کرتا ہوں۔ تیرا فرض ہوگا کہ میری واپسی تک اپنی قوم میں توحید کو قائم کرے اور شرک کو مٹا دے اور تیرا فرض ہوگا کہ اپنی قوم کو اسلام کی تعلیم پر عامل بنائے۔ میں واپس آ کر تجھ سے حساب لوں گا۔ اور دیکھوں گا کہ تجھے میں نے جن فرائض کی سرانجام دہی کیلئے مقرر کیا ہے۔

ان کو تو نے کہاں تک ادا کیا ہے۔ اسکے بعد وہی الہامی حالت جاری رہتی ہے اور میں اسلام کی تعلیم کے اہم امور کی طرف سے توجہ دلاتا ہوں اور کہتا ہوں کہ تیرا فرض ہوگا کہ ان لوگوں کو سکھائے کہ اللہ ایک ہے اور محمد ﷺ اسکے بندہ اور رسول ہیں۔ اور کلمہ پڑھتا ہوں۔ اور اسکے سکھانے کا اسے حکم دیتا ہوں۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانے کی اور آپ کی تعلیم پر عمل کرنے کی اور سب لوگوں کو اس ایمان کی طرف بلانے کی تلقین کرتا ہوں۔ جس وقت میں یہ تقریر کر رہا ہوں (جو خود الہامی ہے) یوں معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو میری زبان سے بولنے کی توفیق دی ہے اور آپ فرماتے ہیں۔ ”اَنَا مُحَمَّدٌ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ“ اسکے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر پر بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ اور آپ فرماتے ہیں۔ ”اَنَا الْمَسِيحُ الْمَوْعُودُ“ اسکے بعد میں انکو اپنی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ چنانچہ اس وقت میری زبان پر جو فقرہ جاری ہوا۔ وہ یہ ہے۔ ”وَ اَنَا الْمَسِيحُ الْمَوْعُودُ مَبِيئُهُ وَ خَلِيفَتُهُ“ اور میں بھی مسیح موعود ہوں۔ یعنی اس کا مثیل اور اس کا خلیفہ ہوں۔

تب خواب میں ہی مجھ پر ایک رعشہ کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے اور میں کہتا ہوں کہ میری زبان پر کیا جاری ہوا۔ اور اس کا کیا مطلب ہے کہ میں مسیح موعود ہوں۔ اس وقت معاً میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ اسکے آگے جو الفاظ ہیں کہ مَبِيئُهُ مَبِيئُهُ مَبِيئُهُ میں اس کا نظیر ہوں۔ وَ خَلِيفَتُهُ اور اُس کا خلیفہ ہوں۔ یہ الفاظ اس سوال کو حل کر دیتے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کے الہام کہ وہ حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا۔ اس کے مطابق اور اسے پورا کرنے کیلئے یہ فقرہ میری زبان پر جاری ہوا ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ اس کا مثیل ہونے اور اس کا خلیفہ ہونے کے لحاظ سے ایک رنگ میں بھی مسیح موعود ہی ہوں۔ کیونکہ جو کسی کا نظیر ہوگا اور اسکے اخلاق کو اپنے اندر لے لیگا۔ وہ ایک رنگ میں اس کا نام پانے کا مستحق بھی ہوگا۔ پھر میں تقریر کرتے ہوئے کہتا ہوں میں وہ ہوں جسکے ظہور کیلئے اُنیس سو سال سے کنواریاں منتظر بیٹھی تھیں۔ اور جب میں کہتا ہوں ”میں وہ ہوں جس کیلئے اُنیس سو سال سے کنواریاں اس سمندر کے کنارے پر انتظار کر رہی تھیں“ تو میں نے دیکھا کہ کچھ نوجوان عورتیں اور جو سات یا نو ہیں۔ جنکے لباس صاف ستھرے ہیں دوڑتی ہوئی میری طرف آتی ہیں۔ مجھے السلام علیکم کہتی ہیں اور ان میں سے بعض برکت حاصل کرنے کیلئے میرے کپڑوں پر ہاتھ پھیرتی ہیں اور کہتی ہیں ”ہاں ہاں ہم تصدیق کرتی ہیں کہ ہم اُنیس سو سال سے آپکا انتظار کر رہی تھیں“ اسکے بعد میں بڑے زور سے کہتا ہوں کہ میں وہ ہوں جسے علوم اسلام اور علوم عربی اور اس زبان کا فلسفہ ماں کی گود میں اُسکی دونوں چھاتیوں سے دودھ کیساتھ پلائے گئے تھے۔ رو یا میں جو ایک سابق پیشگوئی کی طرف مجھے توجہ دلائی گئی تھی۔ اس میں یہ بھی خبر تھی کہ جب وہ موعود بھاگے گا۔ تو ایک ایسے علاقہ میں پہنچے گا جہاں ایک جھیل ہوگی اور جب وہ اس جھیل کو پار کر کے دوسری طرف جائے گا تو وہاں ایک قوم ہوگی جسکو وہ تبلیغ کریگا اور وہ اسکی تبلیغ سے متاثر ہو کر مسلمان ہو جائیگی۔ تب وہ دشمن جس سے وہ موعود بھاگے گا۔ اس قوم سے مطالبہ کریگی کہ اس شخص کو ہمارے حوالے کیا جائے مگر وہ قوم انکار کر دیگی اور کہے گی ہم لڑ کر مر جائیں گے مگر اسے تمہارے حوالے نہیں کریں گے۔ چنانچہ خواب میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ جرمن قوم کی طرف سے مطالبہ ہوتا ہے کہ تم انکو ہمارے حوالے کر دو۔ اس وقت میں خواب میں کہتا ہوں یہ تو بہت تھوڑے ہیں اور دشمن بہت زیادہ ہے مگر وہ قوم باوجود اسکے کہ

ابھی ایک حصہ اس کا ایمان نہیں لایا۔ بڑے زور سے اعلان کرتی ہے کہ ہم ہرگز انکو تمہارے حوالے کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ ہم لڑ کر فنا ہو جائیں گے مگر تمہارے اس مطالبہ کو تسلیم نہیں کریں گے تب میں کہتا ہوں۔ دیکھو وہ پیشگوئی بھی پوری ہو گئی۔ اسکے بعد میں پھر انکو ہدایتیں دیکر اور بار بار توحید قبول کرنے پر زور دیکر اور اسلامی تعلیم کے مطابق زندگی بسر کرنے کی تلقین کر کے آگے کسی اور مقام کی طرف روانہ ہو گیا ہوں۔ اس وقت میں سمجھتا ہوں۔ کہ اس قوم میں سے اور لوگ بھی جلدی جلدی ایمان لانے والے ہیں۔ چنانچہ اسی لئے میں اس شخص سے جسے میں نے اس قوم میں اپنا خلیفہ مقرر کیا ہے۔ کہتا ہوں جب میں واپس آؤں گا تو اے عبدالشکور میں دیکھوں گا۔ کہ تیری قوم شرک کو چھوڑ چکی ہے۔ موحد ہو چکی ہے۔ اور اسلام کے تمام احکام پر کار بند ہو چکی ہے۔“ (الموعود، بحوالہ انوار العلوم جلد ۱ صفحات ۵۵۲ تا ۵۵۹)

خواب دیکھنے کے بعد کے بیانات۔ جناب خلیفہ ثانی صاحب ۶/۵ جنوری ۱۹۴۴ء کی درمیانی رات خواب دیکھنے کے بعد ۲۸۔ جنوری ۱۹۴۴ء کے خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں۔
 (۶) ”لوگوں نے کہا اور بار بار کہا کہ آپ کی ان پیشگوئیوں کے بارے میں کیا رائے ہے مگر میری یہ حالت تھی کہ میں نے سنجیدگی سے ان پیشگوئیوں کو پڑھنے کی بھی کوشش نہیں کی اس خیال سے کہ میرا نفس مجھے کوئی دھوکہ نہ دے اور میں اپنے متعلق کوئی ایسا خیال نہ کروں جو واقعہ کے خلاف ہو۔“ (الفضل یکم فروری ۱۹۴۴ء صفحہ ۵ کا لم ۲)
 خاکسار نے خواب دیکھنے سے پہلے جناب خلیفہ ثانی صاحب کے جو بیانات درج کیے ہیں ان سے یہ بات بالکل عیاں ہے کہ خواب دیکھنے کے بعد جس نفس سے بچنے کی خلیفہ ثانی صاحب بات کر رہے ہیں وہ نفس تو ان پر خلیفہ بننے کے بعد مکمل طور پر غلبہ پا چکا تھا اور ان میں یہ شدید خواہش پیدا کر چکا تھا کہ لوگ کسی طرح یہ پیشگوئی مجھ پر چسپاں کر دیں۔ اور اس غرض کو پورا کرنے کیلئے آپ نے بیانات کے ذریعہ ہر قسم کا مواد لوگوں کے آگے رکھ دیا تاکہ انہیں اس پیشگوئی کو آپ پر چسپاں کرنے میں کوئی دقت محسوس نہ ہو۔
 (۷) اسی خطبہ جمعہ میں آپ فرماتے ہیں۔

”آج میں نے پہلی دفعہ وہ تمام پیشگوئیاں منگوا کر اس نیت سے دیکھیں کہ میں ان پیشگوئیوں کی حقیقت کو سمجھوں اور دیکھوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں کیا کچھ بیان فرمایا ہے۔“
 (الفضل یکم فروری ۱۹۴۴ء صفحہ ۵ کا لم ۲)

جون ۱۹۳۷ء میں جناب خلیفہ ثانی صاحب چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کو خط میں فرماتے ہیں کہ ”جہاں تک میں نے ان پیشگوئیوں پر غور کیا ہے تو نوے (۹۰) فیصدی باتیں میرے زمانہ خلافت کی کامیابیوں سے تعلق رکھتی ہیں۔“ جنوری ۱۹۴۴ء میں خواب دیکھنے کے بعد دعویٰ کرتے وقت خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں۔ ”آج میں نے پہلی دفعہ وہ تمام پیشگوئیاں منگوا کر اس نیت سے دیکھیں کہ میں ان پیشگوئیوں کی حقیقت کو سمجھوں اور دیکھوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں کیا کچھ بیان فرمایا ہے۔“ برادر محترم۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ خلیفہ ثانی صاحب کے ان دو متضاد بیانات میں سے کونسا سچا ہے اور کونسا جھوٹا؟

خلیفہ ثانی صاحب کے بیانات کے پس پردہ اُنکی مخفی خواہش۔ جناب خلیفہ ثانی صاحب کے متذکرہ بالا بیانات سے ظاہر ہے کہ پیشگوئی مصلح موعود ہوش سنبھالتے ہی آپ کے اعصاب پر سواتھی۔ پھر خلیفہ بننے کے بعد ۱۹۴۴ء تک جماعتی خدمات اس رنگ میں سرانجام دیتے رہے تاکہ بعد ازاں ان کامیابیوں کی بنیاد پر لوگ انہیں انکے دعوے کے بغیر ہی پیشگوئی مصلح موعود کا مصداق قرار دیدیں۔ اور عجیب بات ہے کہ جب طویل اور بزم خواب کی بنیاد پر دعویٰ مصلح موعود کرنے لگے تو فرماتے ہیں۔۔۔

”آج میں نے پہلی دفعہ وہ تمام پیشگوئیاں منگوا کر اس نیت سے دیکھیں کہ میں ان پیشگوئیوں کی حقیقت کو سمجھوں اور دیکھوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں کیا کچھ بیان فرمایا ہے۔“
 برادر محترم۔ جناب خلیفہ ثانی صاحب کے ان تمام بیانات کو یکجائی طور پر دیکھ کر آپ خود اندازہ کر لیں کہ جناب خلیفہ ثانی صاحب کے بیانات میں کتنا تضاد تھا اور یہ تضاد ہی اُنکے دعویٰ مصلح موعود کے جھوٹا ہونے کی چغلی کھا رہا ہے۔ دعویٰ مصلح موعود سے پہلے جس انسان کے پیشگوئی مصلح موعود کے متعلق ایسے وچار ہوں تو پھر ایسے انسان کا مندرجہ بالا خواب (بلی کوچھ پھڑوں کے خواب) کی طرح کا کوئی خواب دیکھ لینا نہ صرف ممکن ہے بلکہ وہ ایسا خواب ضرور دیکھے گا۔
مومن کی فراست ہو تو کافی ہے اشارہ

جناب خلیفہ ثانی صاحب کے خواب کی حقیقت۔ جناب خلیفہ ثانی صاحب کی متذکرہ بالا خواب میں یا بقول آپ کے جو آپ کو الہام ہوا تھا اس میں اس بات کا کوئی ایسا اشارہ تک بھی نہیں پایا جاتا جس سے یہ قطعی طور پر ظاہر ہو کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مہدی و مسیح موعود کی دعا کی قبولیت کے نتیجے میں خواب بین کو موعود کی غلام بنایا ہے۔ یا کم از کم خواب میں خواب بین کا کوئی ایسا فعل ظاہر نہیں ہوا جس سے پتہ چلے کہ اللہ تعالیٰ نے خواب بین کو محض اپنے فضل سے یا حضور کی دعا کے نتیجے میں بطور خاص موعود غلام کی بنیادی صفت ”زکی“ کے مطابق پاک اور نیک بنایا ہے۔ طویل خواب کا مطالعہ کرنے سے یہ ایک بے مقصد اور مہمل سی خواب لگتی ہے اور پھر خواب سے پہلے اور خواب کے بعد جناب خلیفہ ثانی صاحب کے بیانات کا جائزہ لینے کے بعد قاری کو خواب کے نفسانی ہونے کا صرف شبہ ہی نہیں بلکہ اس کا قطعی یقین بھی ہو جاتا ہے۔

جھوٹے ملہم کیلئے قرآن مجید میں وعید۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں آنحضرت ﷺ کے ذکر میں فرماتا ہے۔

”وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ۚ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ۚ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ ۝“ (سورۃ الحاقۃ آیات نمبر ۲۴۵ تا ۲۴۸) ترجمہ۔ اور اگر یہ شخص (محمد ﷺ) ہماری طرف جھوٹا الہام منسوب کر دیتا، خواہ ایک ہی ہوتا۔ تو ہم یقیناً اس کو دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے۔ اور اس کی رگ جان کاٹ دیتے۔ اور اس صورت میں تم میں سے کوئی نہ ہوتا جو اسے درمیان میں حائل ہو کر (خدا کی پکڑ سے) بچا سکتا۔ (ترجمہ از تفسیر صغیر)

ان آیات الہی کی روشنی میں حضرت مہدی و مسیح موعودؑ جھوٹے مدعی الہام کے متعلق فرماتے ہیں:-

”اسی وجہ سے میں بار بار کہتا ہوں کہ صادق کیلئے آنحضرت ﷺ کی نبوت کا زمانہ نہایت صحیح پیمانہ ہے اور ہرگز ممکن نہیں کہ کوئی شخص جھوٹا ہو کر خدا پر افترا کر کے آنحضرت ﷺ کے زمانہ نبوت کے موافق یعنی تینیس (۲۳) برس تک مہلت پاسکے ضرور ہلاک ہوگا۔“ (اربعین نمبر ۴، دسمبر ۱۹۰۰ء، بحوالہ روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۴۳۴)

واضح رہے کہ صادقوں کو مخالفین اور کفار ایزدیتیں دیا کرتے ہیں بلکہ بعض اوقات اُنکے ہاتھوں اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسول اور مصلحین شہید بھی ہوئے ہیں۔ لیکن دنیائے مذہب میں ہمیں کسی ایک صادق کی بھی ایسی مثال نہیں ملتی کہ کفار کے ہاتھوں اُسکی شہ رگ قطع ہوئی ہو۔ جھوٹے مدعی الہام کی شہ رگ کا قطع ہونا اُسکے مفتی ہونے کا واضح ثبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں ایسے لوگوں کیلئے یہ سزا مقرر کر چھوڑی ہے اور اس سے کسی بھی متقی مسلمان کو مفر نہیں۔ اب قرآن مجید کی روشنی میں زکی غلام سے متعلق مبشر الہامات سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ جناب خلیفہ ثانی صاحب نے حلف اٹھا کر جو دعویٰ مصلح موعود کیا تھا وہ دعویٰ قطعی طور پر ایک جھوٹا دعویٰ تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ آیا جناب خلیفہ ثانی صاحب مفتی علی اللہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ سزا کی زد میں آئے تھے یا کہ نہیں۔؟ خاکسار یہاں عرض کرتا ہے کہ متذکرہ بالا قطع دتین کا یہ قرآنی فرمان جناب خلیفہ ثانی صاحب کی ذات میں پورا ہوا اور تاریخ احمدیت میں یہ ایک ایسا منفرہ واقعہ ہے جس سے کسی احمدی کیلئے انکار ممکن نہیں۔ خلیفہ ثانی کے جھوٹے دعویٰ مصلح موعود کے دس سال بعد یعنی دس (۱۰) مارچ ۱۹۵۴ء کے دن آیات مذکورہ بالا کی وعید جس طرح پوری ہوئی اُسکی تفصیل مولوی ابو العطاء صاحب جالندھری مدیر ”الفرقان“ کے الفاظ میں درج ذیل ہے۔

خلیفہ ثانی کی شہ رگ پر قاتلانہ حملہ۔

”مورخہ ۱۰۔ مارچ ۱۹۵۴ء بروز بدھ قریباً پونے چار بجے مسجد مبارک ربوہ میں نماز عصر پڑھا کر ہمارے امام ہمام حضرت امیر المؤمنین مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ایدہ اللہ بنصرہ واپس تشریف لے جا رہے تھے کہ محراب کے دروازہ پر اچانک ایک اجنبی نوجوان (مُٹھی عبدالحمید ولد منصب دار قوم جٹ چک نمبر ۲۲۰ جج والا تھانہ صدر لاکپور (فیصل آباد) سابقہ وطن تھانہ کرتار پور تحصیل ضلع جالندھر) نے پیچھے سے جھپٹ کر آپ پر چاقو سے حملہ کر دیا۔ چاقو کا یہ وار حضور ایدہ اللہ بنصرہ کی گردن پر شہ رگ کے قریب دائیں طرف پڑا جس سے گہرا گھاؤ پڑ گیا۔ (دراصل چاقو کا یہ وار گردن پر شہ رگ کے قریب نہیں پڑا تھا بلکہ اس سے شہ رگ قطع ہو گئی تھی۔ اسکی تفصیل آگے آئے گی۔ ناقل) حملہ آور نے دوسرا وار بھی کیا مگر محمد اقبال صاحب محافظ کے درمیان میں آ جانے کے باعث اس مرتبہ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ کی بجائے چاقو اُسے جا لگا اور وہ زخمی ہو گیا۔ نمازیوں نے حملہ آور کو پکڑنے کی کوشش کی اور کافی جدوجہد کے بعد اُسے قابو میں لایا گیا اور اس کوشش میں بعض دوسرے بھی زخمی ہوئے۔۔۔ حضرت امام جماعت احمدیہ زخم لگنے کے فوراً بعد بہتے خون کیساتھ چند احباب کے سہارے سے اپنے مکان میں تشریف لے گئے۔ خون کو ہاتھ سے روکنے کی پوری کوشش کے باوجود تمام راستہ میں اور سیڑھیوں پر خون مسلسل بہتا گیا، جس سے حضور کے تمام کپڑے، کوٹ، مفلر، سوٹر، قمیض، دو بنیائیں اور شلوار خون سے تر بہت ہو گئے۔ حضور کیساتھ چلنے والے بعض خدام کے کپڑوں پر بھی مظلوم امام کے مقدس خون کے قطرات گرے (خاکسار ابو العطاء کے کوٹ، پاجامہ اور پگڑی پر بھی اس پاک خون کے قطرات پڑے ہیں) مکان پر پہنچ کر ابتدائی مرہم پٹی جناب ڈاکٹر صاحبزادہ منور احمد صاحب ایم بی بی ایس اور جناب ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب نے کی۔ اور زخم کو صاف کر کے اور ٹانگے لگا کر سہی دیا۔ ابتداء میں یہ خیال تھا کہ زخم پون انچ گہرا اور تین انچ چوڑا ہے۔ لیکن جب رات کو لاہور سے مشہور سرجن جناب ڈاکٹر ریاض قدر صاحب تشریف لائے اور انہوں نے زخم کی حالت دیکھ کر ضروری سمجھا کہ ٹانگے کھول کر پوری طرح مُعائنہ کیا جائے تو معلوم ہوا کہ زخم بہت زیادہ خطرناک اور سوداوانچ گہرا اور شاہ رگ کے بالکل قریب تک پہنچا ہوا ہے۔ محترم ڈاکٹر صاحب نے اپنی خداداد مہارت سے کام لے کر قریباً سو اگھنٹہ لگا کر زخم کا آپریشن کیا اور اندر کی شریانوں کا منہ بند کر کے باہر ٹانگے لگا دیئے۔۔۔“ (تاریخ احمدیت جلد ۷ صفحات ۲۳۰ تا ۲۳۱)

زخم شہ رگ کے قریب تھا یا کہ قطع دتین ہو گئی تھی۔؟

چاقو کا یہ زخم کافی لمبا اور گہرا تھا لیکن بعد ازاں دھیرے دھیرے یہ زخم وقت کیساتھ جلد مندمل ہوتا گیا۔ زخم کے مندمل ہو جانے کے باوجود خلیفہ صاحب ہمہ وقت بے چین رہتے تھے۔ حملہ کے ایک سال بعد انہوں نے اپنا مکمل چیک اپ کروانے کیلئے یورپ جانے کا فیصلہ کیا۔ بعد ازاں یورپ میں زیورچ، ہمبرگ اور لندن کے چوٹی کے سرجنوں نے ان کے زخم کا انتہائی جدید ایکس ریز کیساتھ تفصیلی معائنہ کیا۔ جیسا کہ چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی کتاب کے درج ذیل حوالہ سے ظاہر ہے:-

"He was examined very thoroughly by top experts in Zurich, Hamburg and London with such assistance as could be drawn from X-ray impressions, etc., and the unanimous conclusion was that the point of the knife had broken at the jugular vein and was embedded in it. The expert advice was that no attempt should be made to extricate it as the risk to his life involved in any such operation was too serious to be worth taking." (Ahmadiyyat, the renaissance of Islam-page No 332 / Tabshir Publications/1978)

”تینوں بڑے شہروں زیورچ، ہمبرگ اور لندن کے ماہر سرجیوں کی ایکس ریز کے ذریعے اُن کا معائنہ کرنے کے بعد متفقہ رائے یہ تھی کہ چاقو کے بلیڈ کی نوک ٹوٹ کر شرگ میں دھنس گئی ہے۔ ماہرین کی یہ رائے تھی کہ اگر ٹوٹی ہوئی نوک شرگ سے نکالنے کی کوشش کی گئی تو مریض کی زندگی کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔“

لہذا انہوں نے شرگ میں دھنسی ہوئی یہ چاقو کی نوک نہیں نکالی۔ بعد ازاں دن بدن جناب خلیفہ ثانی صاحب کی صحت گرتی گئی۔ فالج بھی ہو گیا۔ شرگ پر حملے کے گیارہ سال آٹھ ماہ تکلیف میں گزار کر بالآخر ۸ نومبر ۱۹۶۵ء کو وہ فوت ہو گئے۔ آگے جانے سے پہلے رسالہ اربعین ہی سے حضرت مہدی مسیح موعودؑ کا ایک اور ارشاد یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔۔۔ ”اور قرآن شریف میں صد ہا جگہ اس بات کو پاؤ گے کہ خدا تعالیٰ مفتری علی اللہ کو ہرگز سلامت نہیں چھوڑتا اور اسی دنیا میں اس کو سزا دیتا ہے اور ہلاک کرتا ہے۔“ (اربعین بحوالہ روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۴۳۳)

برادر محترم۔ جیسا کہ حضرت مہدی مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ کوئی بھی مفتری علی اللہ (جھوٹا مدعی الہام) آنحضرت ﷺ کی طرح دعویٰ کے بعد تینیس (۲۳) سال کا زمانہ نہیں پا سکتا۔ اسی طرح حضورؐ یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ مفتری علی اللہ کو اللہ تعالیٰ نہ صرف ہلاک کرتا ہے بلکہ اسے سزا بھی دیتا ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ جناب خلیفہ ثانی صاحب اس حملے کے نتیجے میں فوت نہیں ہوئے تھے؟ تو جواباً عرض ہے۔۔۔

(اولاً) اگر کسی جھوٹے شخص کی شرگ کاٹ کر اللہ تعالیٰ اسے موقعہ پر ہی ہلاک کر دے تو اس سے مذکورہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے جھوٹے ملہموں کو جو وعید سنائی ہے اُسکی غرض و غایت پوری نہیں ہو سکتی۔ وہ اس طرح کہ جھوٹے ملہم کی ہلاکت (بیشک یہ ہلاکت شرگ کے کٹنے سے ہی ہوئی ہو) کے بعد اُسکے مرید تو اُسے مظلوم امام یا شہید اور نہ جانے کیا کیا بناتے پھریں گے لہذا اس طرح ضروری ہوا کہ اللہ تعالیٰ بقول حضرت باسنے جماعت ایسے مفتری کو نہ صرف تینیس (۲۳) سال سے کم عرصہ میں ہلاک کرے بلکہ اُسے اذیت ناک سزا بھی دے۔

(ثانیاً) جناب خلیفہ ثانی صاحب اس حملہ کے فوراً بعد اگر ہلاک ہو جاتے تو پھر لوگوں کو کس طرح پتہ چل سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹے ملہم کیلئے اپنی مقرر کردہ سزا کے مطابق اُسکی شرگ قطع کر دی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت سے پردہ اٹھانے کیلئے جناب خلیفہ ثانی صاحب کو موقعہ پر مرنے سے بچا کر اُنکے طبی معائینوں کے ذریعے قطع و تین کا یہ عبرت ناک ثبوت لوگوں کو دکھا دیا۔

خوش کن اور بہترین انجام۔ یا۔ بد انجام۔؟؟؟

جناب خلیفہ ثانی صاحب کے دعویٰ مصلح موعود کے جھوٹے ہونے کے بارے میں ایک اور اہم ثبوت کے ضمن میں عرض ہے کہ جناب خلیفہ صاحب کے بقول آپ کو ۱۹۴۲ء میں آپکے خوش کن اور بہترین انجام کے سلسلہ میں ایک الہام ہوا تھا۔ آپ لکھتے ہیں۔

”اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔ کہ اُس نے مجھے یہ خوشخبری دی ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے کاموں کو پورا کرے گا۔ اور میرا انجام نہایت خوشکن ہوگا۔ چنانچہ ۱۹۴۲ء میں اللہ تعالیٰ نے مجھے الہاماً فرمایا:۔ مَوْتُ حَسَنٍ مَوْتُ حَسَنٍ فِی وَقْتٍ حَسَنٍ کہ حسن کی موت بہترین موت ہوگی اور ایسے وقت میں ہوگی جو بہترین ہوگا۔ اس الہام میں مجھے حسن کا روز کہا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری ذات کیساتھ تعلق رکھنے والی پیشگوئیوں کو پورا کرے گا۔ اور میرا انجام بہترین انجام ہوگا۔ اور جماعت میں کسی قسم کی خرابی پیدا نہ ہوگی۔ فالحمہ للہ علی ذالک۔“ (تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۵۷۱)

واضح ہو کہ اپنے غلط دعویٰ مصلح موعود کے نتیجے میں پہلے جناب خلیفہ ثانی صاحب پر قاتلانہ حملے کے نتیجے میں آپکی شرگ قطع ہو گئی۔ بعد ازاں وہ مفلوج ہو گئے۔ دماغی طور پر بھی اور جسمانی طور پر بھی آپاچ ہو کر کم و بیش دس سال بستر مرگ پر پڑے رہے۔ زندگی کے آخری دس سالوں میں جماعتی امور سے عملاً لاتعلق رہے۔ بطور یاد دہانی دوبارہ عرض کرتا ہوں کہ یہ بیانات اور تاثرات میرے نہیں بلکہ جناب خلیفہ ثانی صاحب کے اپنے ہیں جو آپ ہی کے جاری کردہ موقر روزنامہ الفضل میں شائع ہوئے تھے۔ آپ فرماتے ہیں۔

(۱) ”مجھ پر فالج کا حملہ ہوا اور اب میں پاخانہ پیشاب کیلئے بھی امداد کا محتاج ہوں و قدم بھی چل نہیں سکتا۔“ (الفضل ۱۲۔ اپریل ۱۹۵۵ء)

(۱۱) ”۲۶۔ فروری کو مغرب کے قریب مجھ پر بائیں طرف فالج کا حملہ ہوا اور تھوڑے وقت کیلئے میں ہاتھ پاؤں سے معذور ہو گیا۔ دماغ کا عمل معطل ہو گیا اور دماغ نے کام کرنا چھوڑ دیا۔“ (الفضل ۲۶۔ اپریل ۱۹۵۵ء)

(۱۱) میں اس وقت بالکل بیکار ہوں۔ اور ایک منٹ نہیں سوچ سکتا۔“ (۲۶۔ اپریل ۱۹۵۵ء)

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جناب خلیفہ ثانی صاحب کے اپنے الہام کے مطابق کیا آپ کا انجام خوش کن اور بہترین انجام ہوا تھا؟ ہرگز نہیں۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ جو ہر بات پر قدرت اور طاقت رکھتا ہے نے خلیفہ ثانی کو خوش کن اور بہترین انجام کی بجائے بد انجام سے دوچار کر کے کیا اُنکے الہاموں کی حقیقت واضح نہیں کر دی؟ اور اس طرح جب خلیفہ ثانی صاحب کا اپنے انجام کے متعلق الہام نفسانی ثابت ہو گیا تو پھر آپکی خواب اور اس میں جو آپ کو الہام ہوا تھا اُس کا کیا اعتبار ہے۔؟؟۔ کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

برادر محترم انور رضا صاحب۔ یہ بات بھی یاد رہے کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی اتنی عام فہم اور سیدھی سادی نہیں تھی جتنی کہ جماعت احمدیہ میں یہ سمجھ لی گئی ہے۔ جب آنحضرت ﷺ کے متعلق جو پیشگوئی تورات میں بیان ہوئی ہے اس میں یہود و نصاریٰ کی آزمائش ہو چکی ہے۔ اور جو پیشگوئی آپ ﷺ نے اپنے روحانی فرزند (حضرت مہدی مسعود و مسیح موعود) کے متعلق بیان فرمائی تھی اس میں بھی مسلمانوں کی سخت آزمائش ہو چکی ہے تو پھر حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کے زکی غلام (مصلح موعود) سے متعلق الہامی پیشگوئی امتحان سے خالی کیوں ہو سکتی تھی؟ میں اپنی تحقیق اور اللہ تعالیٰ کی راہنمائی کی روشنی میں آپ سب سے واشکاف الفاظ میں کہتا ہوں کہ خلیفہ ثانی مصلح موعود (زکی غلام) نہیں تھے اور اُن کا دعویٰ مصلح موعود یا تو غلط فہمی پر مبنی تھا اور یا پھر انہوں نے دیدہ و دانستہ روحانی کی بجائے ایک سیاسی دعویٰ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ اپنی سنت کے خلاف انہیں مصلح موعود بنا ہی نہیں سکتا تھا؟ یہ بات کبھی نہیں بھولنی چاہیے اور ہمارے آقا حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں بارہا فرمایا ہے کہ ایسی پیشگوئیاں بٹصلُ بہ کثیراً و یهدیٰ بہ کثیراً (البقرہ۔ ۲۷) کا مصداق ہوتی ہیں۔ ایسی پیشگوئیوں کے متعلق آپ ارشاد فرماتے ہیں:-

(۱) ”در اصل بات یہ ہے کہ بسا اوقات انبیاء علیہ السلام اور دوسرے مہمیں پر ایسے امور ظاہر کیے جاتے ہیں کہ وہ اسرار استعارات کے رنگ میں ہوتے ہیں اور انبیاء علیہ السلام ان کو اسی طرح لوگوں پر ظاہر کر دیتے ہیں جس طرح وہ سنتے یا دیکھتے ہیں اور ایسا بیان کرنا غلطی میں داخل نہیں ہوتا کیونکہ اسی رنگ اور طرز سے وحی نازل ہوتی ہے اور یہ بھی ضروری نہیں ہوتا کہ الہامی اور کشفی پیشگوئیوں کے تمام استعارات کا نبی کو علم دیا جائے کیونکہ بعض ابتلا جو پیشگوئیوں کے ذریعہ سے کسی زمانہ کیلئے مقدر ہوتے ہیں۔ وہ علم کی اشاعت کی وجہ سے قائم نہیں رہ سکتے اور یہ بھی ممکن ہے کہ بعض اسرار سے نبیوں کو اطلاع دی جائے مگر ان کو ان اسرار کے افشاء سے منع کیا جائے۔ بہر حال یہ امور نبوت کی شان سے ہرگز منافی نہیں ہیں کیونکہ کامل اور غیر محدود علم خدا تعالیٰ کی ذات سے خاص ہے۔“ (ایام الصلح (۱۸۹۸ء) / روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۲۷۶)

(۲) ”ایسا ہی آپ ﷺ نے اُمت کے سمجھانے کے لیے بعض پیشگوئیوں کے سمجھنے میں خود اپنا غلطی کھانا بھی ظاہر فرمایا۔ اب کیا یہ تعلیم نبوی کافی نہیں اور کیا یہ تعلیم با آواز بلند نہیں بتلا رہی کہ پیشگوئیوں پر اجمالی طور پر ایمان لاؤ اور اُن کی اصل حقیقت حوالہ بخدا کرو۔ اُمت محمدیہ میں تفرقہ مت ڈالو اور تقویٰ کا طریق اختیار کر لو۔“ (ازالہ اوہام (۱۸۹۱ء) / روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۱۰)

(۳) ”صوم اور صلوة کی طرح پیشگوئی کو بھی ایک حقیقت منکشفہ سمجھنا بڑی غلطی اور بڑا بھاری دھوکہ ہے۔ یہ احکام تو وہ ہیں جو آنحضرت ﷺ نے کر کے دکھلا دیئے اور بلکہ ان کا پردہ اٹھا دیا۔ مگر کیا ان پیشگوئیوں کے حق میں بھی آنحضرت ﷺ نے یہی فرمایا ہے۔ کہ یہ من کل الوجوہ مشکوف ہیں اور ان میں کوئی ایسی حقیقت اور کیفیت مخفی نہیں جو ظہور کے وقت سمجھ آ سکے۔ اگر کوئی حدیث صحیح موجود ہے تو کیوں پیش نہیں کی جاتی۔ آپ لوگ ہمارے نبی کریم ﷺ سے زیادہ علم و فراست نہیں رکھتے۔ صحیح بخاری کی حدیث کو دیکھو کہ جب آنحضرت ﷺ کو ایک ابریشم کے ٹکڑے پر حضرت عائشہ صدیقہ کی تصویر دکھائی گئی کہ تیرے نکاح میں آوے گی۔ تو آپ نے ہرگز یہ دعویٰ نہ کیا کہ عائشہ سے درحقیقت عائشہ ہی مراد ہے بلکہ آپ نے فرمایا کہ اگر درحقیقت اس عائشہ کی صورت سے عائشہ ہی مراد ہے تو وہ مل ہی رہے گی۔ ورنہ ممکن ہے کہ عائشہ سے مراد کوئی اور عورت ہو۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ابو جہل کے لیے مجھے بہشتی خوشاگور دیا گیا مگر اس پیشگوئی کا مصداق عمرہ (ابو جہل کا لڑکا۔ ناقل) نکلا۔ جب تک خدا تعالیٰ نے خاص طور پر تمام مراتب کسی پیشگوئی کے آپ پر نہ کھولے تب تک آپ نے اُسکی کسی شق خاص کا کبھی دعویٰ نہ کیا۔“ (ازالہ اوہام (۱۸۹۱ء) / روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۱۰)

(۴) ”یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے اور پہلے بھی ہم کئی مرتبہ ذکر کر آئے ہیں کہ جس قدر پیشگوئیاں خدا تعالیٰ کی کتابوں میں موجود ہیں ان سب میں ایک قسم کی آزمائش ارادہ کی گئی ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اگر کوئی پیشگوئی صاف اور صریح طور پر کسی نبی کے بارہ میں بیان کی جاتی تو سب سے پہلے مستحق ایسی پیشگوئیوں کے ہمارے نبی ﷺ تھے۔“

(ازالہ اوہام (۱۸۹۱ء) / روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۳۳ تا ۱۳۷)

جماعت احمدیہ کا المیہ۔ جس طرح عالم اسلام میں حضرت مسیح ناصر صلی اللہ علیہ وسلم کے زندہ جسم عصری آسمان پر اٹھائے جانے کے عقیدہ کے متعلق صدیوں تک کسی کو یہ خیال بھی نہ آیا کہ ہم اس عقیدہ کو کم از کم قرآن مجید کی روشنی میں پرکھ کر تو دیکھ لیں کہ آیا یہ عقیدہ درست بھی ہے یا کہ نہیں؟ بعینہ ہمارا جماعتی المیہ بھی یہ رہا ہے کہ ہم سمجھتے رہے کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کو ایک لڑکے کی بشارت دی تھی اور اس سے آگے غور و فکر کرنے کو یا تو ہم نے گناہ سمجھا یا ہمیں گناہ سمجھنے پر مجبور کر دیا گیا۔ ہم نے زکی غلام کے متعلق بمشراہامات پر نہ کبھی غور و فکر کیا اور نہ ہی یہ دیکھنے کی زحمت گوارا کی کہ قرآن مجید کی روشنی میں یہ بمشراہامات ہمیں کیا پیغام دے رہا ہے؟ ہم بشیروں سے باہر نہ نکلے۔ ہم یہ خیال کرتے رہے کہ اگر یہ موعود لڑکا (زکی غلام) بشیر اڈول نہیں تو پھر ضرور بشیر ثانی ہوگا اور اگر بشیر ثانی نہیں تو پھر ضرور کوئی بشیر ثالث ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ ہمارا ایسا خیال کرنا قطعی طور پر غلط تھا کیونکہ قرآن کریم کی روشنی میں زکی غلام کے متعلق بمشراہامات ہماری یہ راہنمائی فرماتے ہیں کہ حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کا کوئی بھی جسمانی لڑکا پیشگوئی مصلح موعود کے دائرہ بشارت میں نہیں آتا اور اس طرح آنے والا مصلح موعود دراصل حضورؐ کا اسی طرح روحانی فرزند ہے جس طرح آپؐ بذات خود آنحضرت ﷺ کے روحانی فرزند تھے۔ اُدھر مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفہ ثانی بننے اور خوشامدی اور ناعاقبت اندیش مریدوں کی طرف سے مظہر قدرت ثانی اور مصلح موعود کے القابات پانے کے بعد مصلح موعود بننے کے شوق میں مبتلا ہو گئے۔ انہوں نے آؤدیکھا نہ تاؤ موقع ملتے ہی ۱۹۴۴ء میں مصلح موعود ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ وغیرہ

آج جماعت احمدیہ کی روحانی حالت۔ پیشگوئی مصلح موعود کے سلسلہ میں جماعت احمدیہ بھی آج وہیں کھڑی ہے جہاں خاتم النبیین اور حیات مسیح کے معاملہ میں غیر احمدی مسلمان کھڑے ہوئے ہیں۔ انکی پوزیشنوں اور روحانی حالت میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں ہے۔ ہمیں علم ہے کہ قرآن کریم کی بعض دیگر آیات آیت خاتم النبیین کی تفسیر کرتے ہوئے ختم نبوت کی بجائے اُمتی یا غلام نبوت کی بشارت دیتی ہیں۔ اسی طرح آیت ”بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ“ سے پیدا شدہ مغالطہ کو دور کرتے ہوئے بعض دیگر آیات قرآنی حضرت مسیح ابن مریمؑ کو وفات یافتہ قرار دیتی ہیں۔ لیکن ان سب آیات اور حقائق کے باوجود ختم نبوت اور حیات مسیح کے معاملہ میں ہمارے مسلمان بھائیوں کی سوئی آیت خاتم النبیین اور بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ کے الفاظ پر اُٹکی ہوئی ہے اور انہوں نے ان محکم آیات قرآنی (جو ختم نبوت اور حیات مسیح ابن مریمؑ ایسے باطل عقائد کی تردید کرتی ہیں) کو پس پشت پھینکا ہوا ہے۔ واضح رہے کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں زکی غلام کے متعلق بشارت تو ہو چکی تھی اور ساتھ ہی اُسکی بعثت کی اغراض کثیرہ کا بھی ذکر ہو چکا تھا۔ اب اگرچہ اللہ تعالیٰ ضرورت حقہ کے بغیر ایک لفظ بھی الہام نہیں کیا کرتا لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی مفصل الہامی پیشگوئی کے بعد چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کی شکل میں غلام مسیح الزماں کے متعلق بمشراہامات الہی حضور پر بار بار نازل فرماتا رہا ہے۔ **اب سوال یہ ہے کہ اس بمشراہامات الہی کے نزول کی غرض و غایت کیا تھی؟ غلام مسیح الزماں سے متعلق اس بمشراہامات الہی میں اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندے اور اُسکی جماعت کو کیا پیغام دے رہا تھا؟** جب ہم قرآن مجید کی روشنی میں اس بمشراہامات الہی کو دیکھتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اس بمشراہامات الہی میں اللہ تعالیٰ اپنے مہدی و مسیح موعود اور اُسکی جماعت کو یہ پیغام دے رہا تھا کہ ابھی تک غلام مسیح الزماں پیدا نہیں ہوا ہے۔ وہ آخری بشارت کے بعد پیدا ہوگا۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے غلام مسیح الزماں سے متعلق ان بمشراہامات کی حقیقت اس عاجز پر اسی طرح منکشف فرمائی ہے جس طرح قریباً ایک صدی قبل میرے آقا حضرت مہدی و مسیح موعودؑ پر حضرت مسیح ناصر صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی حقیقت منکشف فرمائی تھی۔ اب ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی مفصل الہامی پیشگوئی کے بعد حضور پر زکی غلام کے متعلق جو بمشراہامات آپکی وفات تک نازل ہوتے رہے۔ یہ تمام بمشراہامات اللہ تعالیٰ کا لفظی کلام ہے نہ کہ آپکی اجتہادی خیالات۔ یہ بمشراہامات دراصل زکی غلام یعنی مصلح موعود کی پیدائش کا تعین کرتے ہیں اور انکے مطابق مصلح موعود کی پیدائش ۶، ۷ نومبر ۱۹۰۷ء کے بعد ہونا قرار پاتی ہے۔ لیکن ختم نبوت اور حیات مسیح کے معاملہ میں غیر احمدی مسلمانوں کی طرح علمائے جماعت اور خلفائے جماعت احمدیہ کی سوئی بھی ”زمین جنبد نہ جنبد گل محمد“ کے مطابق نو (۹) سال کے عرصہ پر اڑی ہوئی ہے اور وہ ان تمام بمشراہامات جو حضورؑ کی وفات تک آپ پر نازل ہوتے رہے اور وہ جو مصلح موعود کی پیدائش کا تعین کرتے ہیں پر غور و فکر کرنے کیلئے تیار ہی نہیں ہیں حالانکہ **خدا کے قول سے قول بشر کیونکر برابر ہو وہاں قدرت یہاں در ماندگی فرق نمایاں ہے** ایسی صورت حال میں کیا اب بھی جماعت احمدیہ میں کسی مصلح اور مجدد کی ضرورت نہیں تھی؟؟؟

وقت اور جماعتی حالات کا تقاضا۔ برادر محترم۔ اب سوال یہ ہے کہ پیشگوئیوں کے متعلق حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ کی اتنی واضح اور غیر مبہم تعلیم کے باوجود کیا وجہ ہے کہ جماعت کی تیسری چوتھی اور پانچویں خلافت جماعت کے قریب قریب سب عالم فاضل مربی قاضی اور بڑے بڑے عہدیداران اپنے قول و فعل اور تحریر و تقریر میں بیک زباں ہیں کہ خواہ کچھ بھی ہو خلیفہ ثانی اپنے دعویٰ میں سچے ہیں؟ وہی مصلح موعود اور وہی پیشگوئی کی تمام علامتوں کے مصداق ہیں۔ اور سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ ان کا دعویٰ جھوٹا اور ان کا اجتہاد خطا جائے۔ ((گو یا بالفاظ دیگر ہم خلیفہ ثانی کا مقام و مرتبہ بلا سوچے سمجھے حضرت بانئے جماعت سے بھی بہت اونچا لے جا رہے ہیں۔)) اگر ہم عقیدت میں ایسی باتیں سوچتے اور کہتے ہیں کہ وہ بانئے سلسلہ کے صاحبزادے تھے۔ جماعت کے خلیفہ ثانی تھے۔ اور اس کے علاوہ بھی بہت ساری (متنازعہ یا غیر متنازعہ) دوسری مثبت باتیں

اور کام اُنکے کریڈٹ پر ہیں تو اس میں اچھے یا حیرانگی کی کوئی بات نہیں بلکہ اسے ایک فطری رویہ بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔ محبت اور عقیدت کے جذبات میں بہت سارے عنوانات بدل جاتے ہیں بہت کچھ اُلٹ پلٹ ہو جاتا ہے مونث مذکر اور مذکر مونث بن جاتا ہے۔ جیسے لیلیٰ نظر آتا ہے مجنوں نظر آتی ہے۔ گویا یہ کوئی ایسی انہونی بات نہیں۔ بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ کل تک خاکسار بھی انہی رویوں کا اسیر رہا ہے۔ بلکہ شاید ساری جماعت رہی ہے۔ جس طرح مسیح موعود کی پیشگوئی حضرت مرزا غلام احمد پر کھلی تھی آج جب اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مذکورہ پیشگوئی کی حقیقت اس عاجز پر کھولی ہے تو اس میں حیران پریشان ہونے اور پٹھانے کی کوئی بات ہے۔؟ یہ تو ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم (جمعہ: ۵) والا مضمون ہے۔ کیا ہم اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی نہیں۔؟ اگر وہ کسی ”غیر عجمی“ پر اپنا فضل کرے تو ماشاء اللہ۔ سبحان اللہ۔ اور اگر ”عجمی“ پر کرے تو نعوذ باللہ۔ لعنت اللہ۔ یہ کونسا دینی رویہ ہے۔؟ خاکسار اور جناب خلیفہ ثانی صاحب کے موازنے کے وقت اس بنیادی فرق کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ خلیفہ ثانی نے (گھر کے بھیدی کے طور پر) پیشگوئی مصلح موعود کو خود ہی کھولا اور خود ہی اسے اپنے اوپر چسپاں کر لیا۔ جبکہ خاکسار نے اسے کھولا نہیں بلکہ وہ میرے پر کھولی گئی ہے۔ اور اس میں میری استعدادوں کا بھی دخل نہیں اور نہ ہی میں کبھی اس راہ کا مسافر رہا ہوں۔ اسکے باوجود ہمارا نظام جماعت خاکسار کو تو سزا کا مستوجب گردانتا ہے مگر خلیفہ ثانی کو جزا کا۔ سنت اللہ کیا ہے۔؟ یہ آپ خود سوچیں۔۔۔ پیشگوئیوں کے ضمن میں آپ نے بائے سلسلہ کا نقطہ نظر پڑھا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا فرمان بھی آپکے سامنے ہے۔ زمانے اور جماعت کے حالات سے بھی آپ بے خبر نہیں تو پھر سوچنے کی بات ہے وہ کوئی چیز ہے جو آپ سب کو اس راہ پر آگے بڑھنے سے روک رہی ہے۔؟ غور و فکر اور تدبیر سے منع کرتی ہے۔؟ ”الباب“ کی صف میں شامل نہیں ہونے دیتی۔؟ ہر شخص اپنی وجوہ پر خود غور کرے۔ میں یہاں صرف یہ سوال اٹھانا چاہوں گا کہ اگر ہم نے اپنا سا سفر حیات دینی قدروں اور روحانیت کے زیر اثر طے کیا ہوتا تو کیا تب بھی ہم ڈرے اور سہے سہے سے نظر آتے۔؟ آخر یہ ڈر خوف کس کا ہے۔؟ اگر خدا کا ہے تو پھر خاکسار بھی تو اسی کا بندہ ہے، میرے معاملہ میں اتنی بیباکی کیوں۔؟ یہ سوال بھی آپ کی توجہ کا طالب ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ اگر امت محمدیہ میں مسیح موعود سے متعلقہ پیشگوئی کے بارے میں از سر نو غور و فکر ہو سکتا ہے تو پھر جماعت احمدیہ میں پیشگوئی مصلح موعود کے بارے میں از سر نو غور و فکر کیوں نہیں ہو سکتا۔؟؟؟

غلام مسیح الزماں کی بعثت کے اغراض و مقاصد۔۔۔۔۔ اقبال نے اپنے کلام میں مسلمانوں کی اس طرح تصویر کشی کی تھی۔

شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلمان نابود ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود؟
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود یہ مسلمان ہیں! جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود
یوں تو سید بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو تم سبھی کچھ ہو، بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

برادر محترم۔ کوئی مسلمان بھی اپنے آپ کو نصرانی، ہندو یا یہودی کہلوانے کیلئے تیار نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ القاب کسی بندے کی پیشانی پر لکھے ہوتے ہیں تاکہ اُسکے عقیدے کا تعین کیا جاسکے۔ امر واقع یہ ہے کہ کسی کے کہنے سے کوئی نصرانی، ہندو یا یہودی نہیں بن جاتا بلکہ نصرانی، ہندو یا یہودی انسانوں یا قوموں کو اُنکے رویے اور طرز فکر بناتے ہیں۔ ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں بشارت دیئے گئے زکی غلام کا ذکر پڑھنے کے بعد جب ہم قرآن کریم اور خاص کر سورۃ مریم کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں حضور کا موعود زکی غلام حضرت مسیح ابن مریم کا مثیل معلوم ہوتا ہے۔ اور اس مماثلت سے یہ بھی عندی ملتا ہے کہ جماعت احمدیہ میں انیوالے اس موعود زکی غلام کو موسوی زکی غلام سے ملتے جلتے حالات اور واقعات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اگر آپ قرآن کریم اور انجیل میں سے موسوی زکی غلام (مسیح ابن مریم) کے حالات اور واقعات کا مطالعہ کریں تو آپ کو پتہ ملے گا کہ آپ پر ایک ایسا وقت بھی آیا جب صلیب کے شدید ابتلاء کے وقت آپکے بارہ (۱۲) حواری بھی آپ کو چھوڑ گئے تھے۔ زکی غلام سے متعلقہ الہامی پیشگوئی ہمیں بتا رہی ہے کہ جس جماعت میں اس موعود زکی غلام نے بطور مسیح ابن مریم نازل ہونا ہے اس جماعت کو بعض لوگوں نے ”می تواند شد یہودی می تواند شد مسیح“ کے محاورے کے مطابق یہودی نما بنا دینا تھا۔ تبھی اس جماعت میں بھیجے جانے والے مصلح موعود کو اللہ تعالیٰ نے زکی غلام کا نام دیا ہے۔ آج جماعت احمدیہ اور دو (۲) ہزار سال پہلے والی یہودی جماعت (ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبَهُمْ۔ بقرہ۔ ۷۵) کا تقابل کر کے دیکھیں تو آپ کو جماعت احمدیہ، یہودی جماعت کی ہو بہو نقل (copy) نظر آئے گی۔ وہی جبری طور طریقے، وہی رنگ ڈھنگ، وہی یہودیانہ تحریف اور کلمات کا ادل بدل، وہی مرسلوں کا شدید انکار اور مخالفت، وہی عام یہودیوں کی طرح اسیری اور وہی اخراج اور مقاطعہ کے طور طریقے وغیرہ۔ دو (۲) ہزار سال پہلے موسوی مسیح ابن مریم نے کیا کام کیے تھے وہ تو بیچارہ بد بخت یہودیوں کے غیض و غضب کا شکار ہو کر اپنے آپ کو صلیب سے بھی نہ بچا سکا۔ آج محمدی مسیح ابن مریم کو بھی یہودی نما جماعت جن کے دل یہودیوں کی طرح سخت ہو چکے ہیں کے ہاتھوں اسی قسم کے مصائب اور دکھوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے جو موسوی مسیح ابن مریم نے سہے تھے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ موسوی مسیح ابن مریم کو کاٹھ پر صلیب دی گئی تھی لیکن آج آزادی ضمیر اور اُسکے اظہار سے محروم کر کے مجھے آواز کی سولی دی گئی ہے۔ مجھ کو سولی دی گئی آواز کی میں شہید وقت ہوں تحریر کا خاکسار کو اپنے دعویٰ میں کوئی شک نہیں اور میں اپنے دعویٰ میں کامل طور پر سچا ہوں۔ خاکسار نے جماعتی علماء اور خلفاء سے بار بار درخواست کی ہے کہ اگر آپ مجھے غلطی خوردہ سمجھتے

ہیں تو آپ مجھے سمجھائیں۔ میں سمجھنے کیلئے تیار ہوں اور اس میں مجھے کوئی عار نہیں ہے۔ جاننا چاہیے کہ جماعت احمدیہ میں آنیوالے موعودزکی غلام (مصلح موعود) کا کام یہ ہوگا کہ حقیقی اسلام کے نام پر احمدیت کے حسین چہرے پر جو بدنامی لگا دیئے گئے ہیں وہ احمدیت کو ان داغوں سے پاک و صاف کرے گا (۱) جناب خلیفہ ثانی صاحب نے جو غلط دعویٰ کر کے پیشگوئی مصلح موعود کے ضمن میں مغالطہ پیدا کر دیا ہے۔ آنیوالا موعود پیشگوئی مصلح موعود کی حقیقت سے پردہ اٹھا کر نہ صرف اس مغالطہ کو دور کرے گا بلکہ احمدیوں کی رستگاری کا بھی موجب ہوگا (۲) تنخواہ دار اور منظور نظر ملازموں کی نام نہاد مجلس انتخاب بنا کر خلافت کو جو ایک خاندان کے قبضہ میں دیدیا گیا ہے وہ موعودزکی غلام اس نام نہاد خاندانی خلافت کا خاتمہ کر کے جماعت احمدیہ میں مجلس شوریٰ کے ذریعہ خلافت راشدہ (خلافت علی منہاج نبوت) کا دوبارہ اجراء کرے گا (۳) جماعت احمدیہ میں نام نہاد انتخاب کی بجائے تقویٰ پر مبنی جمہوری طریقہ انتخاب کا اجراء کرے گا (۴) جماعت احمدیہ میں نام نہاد اور ایک خاندانی قضا کو ختم کر کے ایک مقتدر عدالتی نظام جاری کریگا جس کے قاضی خلفائے راشدین کی طرح کسی احمدی کی شکایت پر خلیفہ وقت کو بھی عدالت میں طلب کر سکیں گے (۵) جبری نظام کا خاتمہ کر کے اسکی جگہ اسلامی نظام جاری کریگا (۶) احمدیوں سے آزادی ضمیر اور اسکے اظہار کا چھیننا ہوا حق لاکر افسوسناک (بقرہ۔ ۲۵۷) کے مطابق انہیں واپس دلانے کا (۷) دین میں داخل کیے گئے فتنے مثلاً ختم مجددیت وغیرہ کا بذریعہ تحریر اور تقریر دفعیہ کرے گا (۸) احمدی فرقوں میں صلح کی طرح ڈالے گا۔ حضرت مہدی و مسیح موعود اپنے موعودز کی غلام کی بعثت کے متعلق فرماتے ہیں۔

”خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ میں تیری جماعت کیلئے تیری ہی ذریت سے ایک شخص کو قائم کروں گا اور اس کو اپنے قرب اور وحی سے مخصوص کروں گا اور اسکے ذریعہ سے حق ترقی کرے گا اور بہت سے لوگ سچائی کو قبول کریں گے۔ سو ان دنوں کے منتظر رہو اور تمہیں یاد رہے کہ ہر ایک کی شناخت اُسکے وقت میں ہوتی ہے اور قبل از وقت ممکن ہے کہ وہ معمولی انسان دکھائی دے یا بعض دھوکہ دینے والے خیالات کی وجہ سے قابل اعتراض ٹھہرے جیسا کہ قبل از وقت ایک کامل انسان بننے والا بھی پیٹ میں صرف ایک نطفہ یا علقہ ہوتا ہے۔“ (تذکرہ صفحہ ۲۹۷۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۰۶ حاشیہ)

برادر محترم۔ اللہ تعالیٰ بہت ساری غیب کی باتیں سچی خوابوں کے ذریعے اپنے بعض بندوں پر ظاہر فرمادیتا ہے۔ یہاں خاکسار کسی گم نام (unknown) احمدی کی بجائے آپکے ایک دوست کی خواب آپکے آگے رکھتا ہے۔ سید مولود احمد صاحب نہ صرف آپکے دوست بلکہ آپ نے کچھ وقت اکٹھے بھی گزارا ہے۔ انہوں نے اپنے طور پر تقویٰ اور دیانتداری اور غیر جانبداری کیساتھ میری ویب سائٹ پر میرے مضامین کا مطالعہ کیا تھا اور پھر کم و بیش آٹھ یا نو ماہ پیشتر میرے ساتھ بذریعہ ٹیلی فون رابطہ کر کے مجھ سے کچھ سوالات پوچھے تھے۔ خاکسار نے انکے ہر سوال کا جواب دیا اور پھر انہوں نے مجھ سے کہا کہ اب میرے سارے سوال ختم ہو گئے ہیں۔ اور اب میں کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے گھر میں جا کر اپنی راہنمائی کیلئے دعا کرنا چاہتا ہوں۔ خاکسار نے انہیں کہا تھا کہ اگر ممکن ہو تو آپ ضرور اللہ تعالیٰ کے گھر میں جا کر اللہ تعالیٰ سے میرے متعلق پوچھیں۔ آپ کو علم ہے کہ پھر آپکے یہ دوست سید مولود احمد صاحب عمرہ کرنے کیلئے گئے اور پھر انکے بقول۔۔۔

”خاکسار نے جب تمام دلائل اور Research سے جناب عبدالغفار صاحب کو سچا پایا تو خدا کے خوف اور انتہائی ڈر سے خدا کے گھر اور اُسکے محبوب اور میرے سید و مولا حضرت محمد ﷺ کے دیار پر دعائیں مانگ کر سچائی اور خدا کے حضور سرخرو ہونے کا راستہ تلاش کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ محض اس غرض سے عمرہ کیلئے گیا اور جو لطف اور کرم میرے مالک نے مجھ پر کیے ان کا ذکر الفاظ میں کرنے میں طاقت نہیں پاتا۔ یہ زندگی میں ایک بے حد لطیف اور عجیب تجربہ تھا جو الفاظ میں بیان کرنا ناممکن ہے۔ خاکسار نے شاید ہی کوئی ایسا سجدہ کیا ہو جس میں خدا سے یہ نہ درخواست کی ہو کہ اے خدا مجھے بے حد کھلے کھلے طریق پر بتا کہ کیا عبدالغفار صاحب تیرے محبوبوں میں سے ہیں یا کہ شیطان بنده ہے اور لوگوں کو بُرے راستے پر چلا رہا ہے۔ میں آپ سب لوگوں کو خدا کی قسم کھا کر جسکے قبضہ قدرت میں میری ہر سانس ہے بتاتا ہوں کہ ایک رات خواب دیکھتا ہوں کہ میں ایک ایسی جگہ پر کھڑا ہوں جہاں نور ہی نور ہے اور میرے سامنے کافی مینار ہیں۔ (تقریباً چار سے چھ درمیان) مگر تمام مینار روشنی سے محروم اور محض عکس کی طرح ہیں مگر میرے سامنے اور سب سے قریب مینار جو کہ میرے سامنے ہے اور انتہائی خوبصورت اور روشن ہے۔ ایسا مینار میں نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھا۔ انتہائی خوبصورت اور روشن ہے۔ جب میں اسے نیچے سے اوپر تک دیکھتا ہوں تو بے حد حیران مگر شادمانی کی حالت میں ہوتا ہوں۔ جب میں اس مینار کے اوپر کے حصہ کو دیکھتا ہوں تو حیرانگی کی حد نہیں رہی کیونکہ دیکھتا ہوں کہ مینار کے اوپر لکھا ہوتا ہے (صرف دو الفاظ) ”عبدالغفار“! یہ انتہائی خوبصورت رسم الخط جو کہ عربی کا معلوم ہوتا ہے میں لکھا ہوتا ہے۔ اس کے بعد مجھے خدا کے کلام قرآن کریم کی سورۃ ال عمران کی آیات ۸۲ اور ۸۳ مجھے پڑھائی جاتی ہیں۔ اور پھر میری آنکھ کھل جاتی ہے۔ یہ خواب اپریل ۲۰۱۱ء کا ہے۔ خاکسار اپنے آپ کو بے حد کمزور اور اُمی سمجھتا ہے۔ اللہ کے خوف اور محض تحدیث بالعمت کے طور پر یہ بیان کر رہا ہوں۔ مجھے کوئی شہرت اور دنیاوی شان و شوکت یا پیری مریدی کا کوئی شوق نہیں۔ بلکہ یہ خواب اور کچھ اور روئے صادقہ میرے پاس امانت تھے جو آپکی نظر کر کے خدا کے سامنے شرمندہ ہونے سے بچنے کی کوشش کی ہے۔ اور حدیث بھی ہے کہ ”الساکت عن الحق شیطان (فرس)“ میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ خواب اور دوسرے تمام خواب خدا کے گھر اور دیار حبیب پر دعاؤں کے بعد نظر آئے ایک ایک لفظ درست آپکے سامنے بیان کر چکا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اپنے

پیارے مہدی کے زکی غلام اور اس صدی کے مجدد کو پہچاننے کی طاقت دے اور آپ سب کا مددگار ہو۔ تمام افراد جماعت اور میرے گھر والے اور تمام دوست بھی مجھے چھوڑ جائیں مگر پھر بھی مجھے پرواہ نہیں۔ رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ۔“

برادر محترم۔ جناب سید مولود احمد صاحب آپ کے دوست ہیں اور آپ انہیں اچھی طرح جانتے ہیں۔ کیا وہ نعوذ باللہ من ذالک عادی جھوٹے انسان ہیں۔؟ اگر نہیں تو پھر برادر کم از کم آپ اپنے دوست کے بیان پر ہی اعتبار کر لیں۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ آپ کا دوست نعوذ باللہ غلطی خوردہ ہے تو آپ ایک صاحب علم انسان ہیں۔ آپ قرآن کریم کی روشنی میں اپنے دوست کو اس غلطی سے نکالیں۔ مقصد لڑائی نہیں، اصلاح احوال ہے۔ یہ دنیا عارضی ہے اور ہم سب نے مرکز اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے۔ اس سے پہلے کہ اللہ رب العزت کا کوئی حکم نازل ہو جائے ہمیں پیشگوئی مصلح موعود کا تنازعہ حسب ارشاد باری تعالیٰ تصفیہ کر لینا چاہیے۔ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا۔ (النساء: ۶۰) اے مسلمانو! اگر کسی بات میں تم میں باہم نزاع واقعہ ہو تو اس امر کو فیصلہ کیلئے اللہ اور رسول کے حوالہ کرو اگر تم اللہ اور آخری دن پر ایمان لاتے ہو تو یہی کرو کہ یہی بہتر اور احسن تاویل ہے۔

برادر انصاف صاحب۔ پیشگوئی مصلح موعود کی حقیقت کے متعلق اتنے بڑے واضح انکشاف کے بعد اب آپ کی خاموشی چہ معنی دارد۔؟؟؟ اگر آپ کو اخراج اور مقاطعہ کا ڈر ہے تو خاکسار آپ سے عرض کرتا ہے کہ سید مولود احمد صاحب بھی تو آپ کا ہی دوست ہے۔ وہ بھی تو اللہ تعالیٰ کیلئے ان مصائب کا سامنا کر رہا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور آپ کے اصحاب کو مخالفین نے کیا کیا دکھ دیئے تھے؟ آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب کو منکرین اور مشرکین مکہ نے کیا کیا ذیبتیں دی تھیں۔؟ اسی طرح مثیل مصطفیٰ حضرت مہدی و مسیح موعود اور آپ کے اصحاب کو نام نہاد مسلمانوں اور ان کے مولویوں کے ہاتھوں کیسے کیسے دکھ جھیلنے پڑے تھے؟ یاد رکھیں کہ ہر دور میں سچائی کے علمبرداروں کیساتھ جھوٹ کے نمائندوں کے یہی طور طریقے اور ہتھکنڈے ہوتے ہیں۔ اس ضمن میں حضرت مہدی و مسیح موعود فرماتے ہیں۔

”سو تم مصیبت کو دیکھ کر اور بھی قدم آگے رکھو کہ یہ تمہاری ترقی کا ذریعہ ہے۔۔۔۔۔ دنیا کی لعنتوں سے مت ڈرو کہ وہ دھوئیں کی طرح دیکھتے دیکھتے غائب ہو جاتی ہیں اور وہ دن کو رات نہیں کر سکتیں بلکہ تم خدا کی لعنت سے ڈرو جو آسمان سے نازل ہوتی اور جس پر پڑتی ہے اُسکی دونوں جہانوں میں بیخ کنی کر جاتی ہے۔۔۔ وہ جو اُس کیلئے آگ میں ہے وہ آگ سے نجات دیا جائیگا۔ وہ جو اُس کیلئے روتا ہے وہ ہنسے گا۔۔۔ ضرور ہے کہ انواع رنج و مصیبت سے تمہارا امتحان بھی ہو جیسا کہ پہلے مومنوں کے امتحان ہوئے۔ سو خبردار رہو ایسا نہ ہو کہ ٹھوک کھاؤ۔ زمین تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتی اگر تمہارا آسمان سے پختہ تعلق ہے۔۔۔ اگر تمہاری زمینی عزت ساری جاتی رہے تو خدا تمہیں ایک لازوال عزت آسمان پر دیگا۔ سو تم اُس کو مت چھوڑو۔ اور ضرور ہے کہ تم دکھ دیئے جاؤ اور اپنی کئی اُمیدوں سے بے نصیب کیے جاؤ۔ سو ان صورتوں سے تم دلگیر مت ہو کیونکہ تمہارا خدا تمہیں آزماتا ہے کہ تم اُسکی راہ میں ثابت قدم ہو یا نہیں۔ اگر تم چاہتے ہو کہ آسمان پر فرشتے بھی تمہاری تعریف کریں تو تم ماریں کھاؤ اور خوش رہو۔ اور گالیاں سنو اور شکر کرو۔ اور نا کامیوں کو دیکھو اور پیوند مت توڑو۔“ (کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحات ۱۵ تا ۱۵)

ایک اور خواب کا ذکر۔ ولا المہدی الا عیسیٰ بن مریم۔ ترجمہ۔ اور نہیں مہدی مگر عیسیٰ بن مریم۔ اس حدیث کے مطابق جماعت احمدیہ میں یہ عقیدہ اختیار کیا گیا ہے کہ حضرت بانے جماعت مہدی اور عیسیٰ دونوں تھے اور اب آپ کے بعد کسی عیسیٰ نے نہیں آنا۔ حالانکہ خاکسار نے الہی علم کی روشنی میں دلائل کیساتھ اپنی کتاب اور اپنے دیگر مضامین میں لکھا ہے کہ یہ عقیدہ بالکل غلط ہے۔ حضرت مہدی و مسیح موعود ضرور عیسیٰ تھے لیکن اس کا قطعاً یہ مطلب نہیں کہ اب آپ کے بعد کوئی موعود عیسیٰ نہیں ہے۔ خاکسار یہاں تفصیل کو چھوڑتے ہوئے مختصر اُعرض کرتا ہے کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔ (۱) ”عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرُفُو عَاقَالَ لَنْ تَهْلِكَ أُمَّةٌ“ اَنَا فِي أَوْلِيَّهَا وَعَيْسَى بِنُ مَرِيَمَ فِي آخِرِهَا وَالْمَهْدِيُّ وَسَطُهَا۔“ (کنز العمال ۲/ ۱۸۷۔ جامع الصغیر ۲/ ۱۰۴ بحوالہ حدیقتہ الصالحین صفحہ ۲۰۲) ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ وہ اُمت ہرگز ہلاک نہیں ہو سکتی جس کے شروع میں، میں اور آخر میں عیسیٰ بن مریم اور درمیان میں مہدی ہوں گے۔

(۲) ”عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَبَشْرُوا وَأَبَشْرُوا۔۔۔ كَيْفَ تَهْلِكُ أُمَّةٌ اَنَا أَوْلِيَّهَا وَالْمَهْدِيُّ وَسَطُهَا وَالْمَسِيحُ آخِرُهَا وَلَكِنْ بَيْنَ ذَلِكَ فَيَجِئُ أَعْوَجَ لَيْسُوا مِنِّي وَلَا اَنَا مِنْهُمْ۔ رواه رزين۔“ (مشکوٰۃ شریف جلد ۳ صفحہ ۲۹۳) ترجمہ۔ جعفرؓ اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا (حضرت امام حسینؓ) سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم خوش ہوؤ اور خوش ہوؤ۔۔۔ وہ اُمت کیسے ہلاک ہو جس کے اول میں، میں ہوں، مہدی اُسکے وسط میں اور مسیح اُسکے آخر میں ہے۔ لیکن اُسکے درمیان ایک کجرو جماعت ہوگی انکا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور میرا اُسکے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

اسی طرح محمدی مریم حضرت مہدی و مسیح موعود فرماتے ہیں۔ (۱) ”اس مسیح کو بھی یاد رکھو جو اس عاجز کی ذریت میں سے ہے جس کا نام ابن مریم بھی رکھا گیا ہے کیونکہ اس عاجز کو براہین میں مریم کے نام سے بھی پکارا ہے۔“ (روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۱۸)

(۲) اللہ تعالیٰ نے محمدی مریم یعنی حضرت مہدی مسیح موعود کو بشارت دیتے ہوئے الہا مآفرمایا تھا۔ **زرد گاہ خدا مردے بصد اعزازی آید مبارک باد** اے مریم کہ عیسیٰ بازمی آید ترجمہ۔ خدا کی درگاہ سے ایک مرد بڑے اعزاز کیساتھ آتا ہے۔ اے مریم تجھے مبارک ہو کہ عیسیٰ دوبارہ آتا ہے (تذکرہ صفحہ ۶۸۴)

اب درج بالا احادیث مبارکہ کے مطابق مہدی اور مسیح عیسیٰ ابن مریم دونوں الگ الگ وجود ہیں اور ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں بشارت دیا گیا **غلام اور محمدی مریم کو بشارت دیا گیا عیسیٰ** وہی مسیح عیسیٰ ابن مریم ہے جس کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ وہ آخر میں آئے گا۔ لیکن جماعت احمدیہ کے خلفاء اور علماء یہ حقیقت ماننے کیلئے تیار نہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد مہدی اور مسیح عیسیٰ ابن مریم دو (۲) الگ الگ وجود ہیں۔ واضح رہے کہ حضرت بانئے جماعت کے بعد یہ ایک نئی بدعت ہے جسے جماعت احمدیہ میں اختراع کرنے کے بعد رواج دیا گیا ہے۔ جلسہ سالانہ انگلستان کے دوسرے روز یعنی ۲۳۔ جولائی ۲۰۱۱ء کے دن جناب مرزا مسرور احمد صاحب احمدیوں کی خواہشیں سنا رہے تھے اور ان میں انہوں نے اُردن کے ایک نئے احمدی عبدالحمید صاحب کی یہ خواب بھی سنائی۔ **”خواب میں دیکھا کہ ایک مسجد میں تین بزرگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ درمیان والے نے اپنا تعارف کروایا کہ میں محمد ﷺ ہوں۔ دوسرے دونوں کے بارے میں بتایا کہ ایک حضرت مسیح موعود ہیں اور ایک عیسیٰ۔ ان میں سے حضرت مسیح موعود کی شکل وہی تھی جو ایم ٹی اے پر نظر آتی تھی۔“** (خطاب کے بہترین (۷۲) منٹ کے بعد اس خواب کا ذکر ہوتا ہے)

برادر مرضا صاحب۔ جناب مرزا مسرور احمد صاحب نے جو عبدالحمید صاحب کی خواب سنائی ہے وہ آپ نے بھی سنی ہوگی۔ عبدالحمید صاحب جس نے احمدیت قبول کی ہے یقیناً وہ نیک، متقی اور صالح فطرت انسان ہوگا اور پھر ایسے نیک انسان کو اللہ تعالیٰ نے جو خواب دکھائی ہے وہ خواب بھی یقیناً سچی ہوگی۔ اب آپ سے سوال ہے کہ اگر جماعت موقوف کے مطابق حضرت بانئے جماعت ہی مہدی اور عیسیٰ ہیں اور آپ کے بعد کسی مسیح عیسیٰ ابن مریم نے نزول نہیں فرمایا تو عبدالحمید صاحب کی خواب میں جو اُسے آنحضرت ﷺ اور حضرت مہدی مسیح موعود کیساتھ عیسیٰ دکھایا گیا ہے تو پھر وہ عیسیٰ کون ہے؟ جو اب عرض ہے کہ یہ وہی عیسیٰ ابن مریم ہیں جس کی آنحضرت ﷺ نے آخر میں نازل ہونے کی خبر فرمائی تھی۔ یہ وہی زکی غلام اور مسیح عیسیٰ ابن مریم (مصلح موعود) ہے جس کی محمدی مریم حضرت مہدی مسیح موعود کو بشارت دی گئی تھی جس کا درج بالا سطور میں ذکر ہو چکا ہے۔

برادر مرضا صاحب۔ ہمارے ایمان کے مطابق کسی بھی تنازعہ دینی امر کے فیصلہ کیلئے قرآن کریم ہی ایک فیصلہ کن معیار ہے۔ واضح ہو کہ جماعت احمدیہ میں ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی ایک تنازعہ مسئلہ ہے۔ جماعت احمدیہ میں موعود کی غلام مسیح الزماں (مصلح موعود) یا تو خلیفہ ثانی صاحب تھے اور یا پھر اُس کا نزول ہونا بھی باقی ہے۔ خاکسار قرآن کریم کی روشنی میں پیشگوئی مصلح موعود کے ضمن میں یہ بات قطعی طور پر ثابت کر چکا ہے کہ خلیفہ ثانی صاحب کا دعویٰ مصلح موعود ایک غلط اور سیاسی دعویٰ تھا اور اُن کا پیشگوئی مصلح موعود کا مصداق ہونا تو دور کی بات ہے وہ اور اُس کا کوئی بھی بھائی اس پیشگوئی کے دائرہ بشارت ہی میں نہیں آتے۔ یہ فیصلہ کسی انسان کا نہیں بلکہ قرآن کریم اور زکی غلام سے متعلق مبشر الہامات کا فیصلہ ہے۔ مزید برآں یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا نشان بناتے ہوئے اس عاجز کو پیشگوئی مصلح موعود کا مصداق بنایا ہے۔ حضور فرماتے ہیں۔

”اسکے عجائبات قدرت اسی طرح پر ہمیشہ ظہور فرماتے ہیں کہ وہ غریبوں اور حقیروں کو عزت بخشتا ہے اور بڑے بڑے معززوں اور بلند مرتبہ لوگوں کو خاک میں ملا دیتا ہے۔ بڑے بڑے علماء و فضلاء اُسکے آستانہ فیض سے بلکی بے نصیب اور محروم رہ جاتے ہیں اور ایک ذلیل حقیرا می جاہل نالائق منتخب ہو کر مقبولین کی جماعت میں داخل کر لیا جاتا ہے۔ ہمیشہ سے اسکی کچھ ایسی ہی عادت ہے اور قدیم سے وہ ایسا ہی کرتا چلا آیا ہے۔ و ذالک فضل اللہ یؤتیه من یشاء۔“ (روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۴۱)

برادر محترم انصر مرضا صاحب۔ جب بھی اللہ تعالیٰ انسانوں کی اصلاح کیلئے کسی قوم یا جماعت میں اپنا کوئی مرسل بھیجتا ہے تو اُس مرسل کو قوم میں ہمیشہ تین قسم کے لوگوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ (۱) پہلی قسم اُن لوگوں کی ہوتی ہے جو اپنے دنیوی مفاد کیلئے قوم یا جماعت میں غلط عقائد گھڑ کر خود بھی اور قوم کو بھی ان عقائد کا پجاری بنا لیتے ہیں۔ اور یہ لوگ ہرگز پسند نہیں کرتے کہ اُنکے خود ساختہ عقائد اور بت پرستی کی اصلاح ہو کیونکہ ان عقائد کیساتھ اُنکے دنیاوی مفادات وابستہ ہوتے ہیں۔ جب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی مرسل اصلاح کیلئے آتا ہے تو یہ طبقہ اُس کا سب سے زیادہ مخالف ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ یہ طبقہ مرسل کی جان لینے سے بھی گریز نہیں کرتا۔ (۲) دوسری قسم عام انسانوں کی ہوتی ہے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا (فرقان۔ ۴۵) وہ فقط جانوروں کی طرح ہوتے ہیں، بلکہ روئے کے لحاظ سے ان سے بھی بدتر۔

اس قسم کے انسانوں پر نہ کسی سچائی کا اثر ہوتا ہے اور نہ ہی یہ جھوٹ سے بیزار ہوتے ہیں۔ یہ بھی اپنے دنیاوی مفادات کے اسیر ہوتے ہیں۔ اگر آپ بنظر غور دیکھیں تو آج احمدیوں کی اکثریت اسی طبقہ پر مشتمل ہے۔ جب کبھی اللہ تعالیٰ بغرض اصلاح اپنے کسی مرسل کو بھیجتا ہے تو یہ عام لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ کوئی لیڈر شپ کا جھگڑا ہے جو کہ مدعی اور ہمارے راہنماؤں کے درمیان ہے اور ہمارا اس جھگڑے سے کیا تعلق؟ (۳) تیسری قسم ان لوگوں کی ہوتی ہے جو سلیم الفطرت، متقی، صاحب فہم، صاحب اثر اور صاحب رائے ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ مرسل کے دلائل سن کر بھانپ جاتے ہیں کہ مرسل سچا ہے اور ہمارے راہنما غلطی خوردہ ہیں اور جھوٹ کی پیروی کر رہے ہیں۔ یہ لوگ تعداد میں قلیل ہوتے ہیں۔ جب مرسل آتا ہے تو یہ لوگ اُس کی بات کو توجہ کے ساتھ سنتے ہیں اور اکثر اُس کی ہدایت میں شامل ہو جاتے ہیں۔ کسی بھی زمانے میں الہی مرسل کو ایسے ہی متقی، صاحب اثر اور صاحب

رائے لوگوں سے مدد ملتی ہے اور پھر ان کو دیکھ کر آہستہ آہستہ عام لوگ بھی الہی گروہ میں شامل ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ جس سے حزب اللہ طاقتور ہونا شروع ہو جاتا ہے اور حزب الشیطان کمزور۔ آپکے بقول آپ نے اُنٹیس (۲۹) سال پہلے یعنی ۱۹۸۲ء میں تحقیق کے بعد احمدیت قبول کی تھی۔ ان دنوں ایک فوجی آمر کے دور میں جماعت احمدیہ پر مسلسل ظلم و ستم اور جو رو جفا کے پہاڑ ڈھائے جا رہے تھے۔ ان حالات میں آپکا احمدیت قبول کرنا بڑی جرأت کا کام تھا۔ جیسا کہ خاکسار پہلے بھی عرض کر چکا ہے کہ سچائی وہ انسان قبول کرتا ہے جس کے اندر بذات خود سچائی اور تقویٰ ہوتا ہے۔ عاقلوں کا یہ کام نہیں ہے کیونکہ وہ نہ کبھی گھائے کا سودا کیا کرتے ہیں اور نہ ہی (اپنے زُعم میں) پرانی آگ میں کودتے ہیں لیکن جو سچ کا پجاری ہوتا ہے وہ مادی نفع و نقصان سے بالا ہو کر سوچتا ہے۔ وہ ایک صاحب یقین ہوتا ہے اور صاحب یقین کبھی مرجھاتا اور مایوس نہیں ہوتا۔ وہ اپنی ذات سے اوپر اُٹھ جاتا ہے اور ایک برتر اور نیک مقصد کیلئے ہر چیز کو تیار دیتا ہے۔ بے خطر کو پڑا آتش نرود میں عشقِ عقل ہے جو تماشا لے لپ بام ابھی

برادر محترم۔ اپنی گذارشات آپکے آگے رکھنے سے پہلے خاکسار نے خط کے شروع میں آپکے ایک بیان کا ذکر کیا ہے جو آپ نے ۲۲۔ جنوری ۲۰۱۱ء کو کینیڈا میں مسس اوگا میں ایک علمی مباحثہ کے دوران دیا تھا۔ آپ نے بانگِ دہل فرمایا ہے کہ کسی بھی تنازعہ دینی امر کے فیصلہ کیلئے اللہ کی کتاب قرآن کریم ایک فیصلہ کن معیار ہے اور اگر کوئی قرآن کریم کی رو سے آپکا کوئی عقیدہ غلط ثابت کر دے تو آپ فوراً اس غلط عقیدے سے رُجوع کر لیں گے۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں!

”میں پچھلے آٹھ سال سے ریڈیو احمدیہ پر آ رہا ہوں اور میں publicly کئی دفعہ کہہ چکا ہوں کہ اگر کوئی مجھے یہ ثابت کر دے قرآن کریم کی رو سے کہ میرا عقیدہ غلط ہے تو میں احمدیت ترک کر کے اُن کیساتھ شامل ہونے کیلئے تیار ہوں۔۔۔ صاف سی بات ہے۔۔۔ کہ قیامت والے دن یا آپکی قبر میں نہ انصر آپ کیساتھ ہوگا۔ آپ اپنے اعمال کے اپنے خود جواب دہ ہیں اور میں بھی اپنے اعمال کا خود جواب دہ ہوں گا۔ میرے ساتھ جماعت احمدیہ کے خلیفہ نے یا مرزا غلام احمد نے، کسی عہدیدار نے نہیں جانا۔ میں نے اکیلے نے جانا ہے اور میں نے اکیلے نے اپنی بات کا جواب دینا ہے۔ اس وقت میں یہ سمجھتا ہوں کہ اللہ کی اس پاک کتاب کی رو سے میں صحیح ہوں۔ آپ میری غلطی مجھ پر واضح کر دیں میں ترک کرنے کو تیار ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ مجھ سے قیامت میں پوچھے گا کہ احمد کریم شیخ صاحب نے اور اکبر چوہدری صاحب نے اور قاری رفاقت نے تمہاری غلطی تم پر واضح کر دی تھی قرآن کی رو سے تم نے کیوں نہیں مانا۔ میں پاگل ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے مجرم بن کر کھڑا ہوں اس لیے میرا اوّل روز سے یہی موقف ہے کہ آپ اس کتاب کی رو سے جو میرے اور آپکے درمیان مشترک ہے اس کا ایک ایک حرف خدا تعالیٰ کا نازل کردہ ہے اور بغیر کسی شک و شبہ کے ہے، ہر گمان سے بالا ہے اور ہر یقین سے پُر ہے۔ اسکے مطابق آپ ثابت کر دیں میں غلط ہوں میں اپنا عقیدہ بدلنے کو تیار ہوں۔“

برادر محترم انصر رضا صاحب۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۚ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ“ (سورۃ صف ۳۔ ۴) اے مومنو! تم کیوں وہ بات کہتے ہو جو کرتے نہیں۔ اللہ کے نزدیک یہ سخت ناپسندیدہ بات ہے کہ تم وہ کہو جو تم کرتے نہیں۔

آپکے بقول بھی اور میرے ایمان کے مطابق بھی کسی بھی تنازعہ دینی امر کے فیصلہ کیلئے قرآن کریم ہی ایک فیصلہ کن معیار ہے۔ واضح ہو کہ جماعت احمدیہ میں ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی ایک تنازعہ مسئلہ ہے۔ جماعت احمدیہ میں موعود کی غلام مسیح الزماں (مصلح موعود) یا تو خلیفہ ثانی صاحب تھے اور یا پھر اُس کا نزول ہونا بھی باقی ہے۔ خاکسار قرآن کریم کی روشنی میں پیشگوئی مصلح موعود کے ضمن میں یہ بات قطعی طور پر ثابت کر چکا ہے کہ خلیفہ ثانی صاحب کا دعویٰ مصلح موعود ایک غلط دعویٰ تھا اور اُنکا پیشگوئی مصلح موعود کا مصداق ہونا تو دور کی بات ہے وہ اور اُس کا کوئی بھی بھائی اس پیشگوئی کے دائرہ بشارت میں ہی نہیں آتے۔ یہ فیصلہ کسی انسان کا نہیں بلکہ قرآن کریم اور زکی غلام سے متعلق مبشر الہامات کا فیصلہ ہے۔ مزید برآں یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا نشان بناتے ہوئے اس عاجز کو پیشگوئی مصلح موعود کا مصداق بنایا ہے۔ جس طرح آنحضرت ﷺ نے بیثاق النبیین کے مطابق حضرت مہدی مسیح موعود کی پیشگوئی اپنی اُمت کی آزمائش کیلئے بیان فرمائی تھی اور حضرت مہدی مسیح موعود کا انکار دراصل آنحضرت ﷺ کا ہی انکار ہے۔ اسی طرح ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی بھی حضرت مرزا صاحب کو بیثاق النبیین کے تحت بخشی گئی تھی اور اس الہامی پیشگوئی کے مطابق آئیو اے موعود کی غلام (مصلح موعود) کا انکار بھی دراصل حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کا ہی انکار ہے۔ برادر محترم۔ آپ سے درخواست ہے کہ جس قرآن کریم نے آپ کو اپنا پیدائشی عقیدہ بدلا کر احمدیت میں داخل کیا تھا وہی اللہ کی کتاب اور حضرت مہدی مسیح موعود کے مبشر الہامات جناب خلیفہ ثانی صاحب کے دعویٰ مصلح موعود کو قطعی طور پر غلط قرار دے رہے ہیں۔ اب آپکا اپنے بیان کے مطابق یہ فرض ہے کہ آپ اس باطل عقیدہ سے رُجوع کر لیجئے۔ اور اگر آپ خلیفہ ثانی صاحب کے دعویٰ مصلح موعود کو سچا جانتے ہیں تو پھر آپ اپنے مقرر کردہ معیار (قرآن کریم) کی روشنی میں اس کا اثبات کیجئے۔ اگر آپ نے قرآن کریم کی روشنی میں ایسا کر دیا تو خاکسار سارے ممبران جماعت احمدیہ اصلاح پسند کیساتھ آپکے ہاتھ پر توبہ کر کے جماعت احمدیہ قادیان میں شامل ہو جائیگا۔ اور اگر آپ یا جماعت احمدیہ قادیان قرآن کریم کی رو سے جناب خلیفہ ثانی صاحب کو موعود کی غلام (مصلح موعود) ثابت نہیں کر سکتی تو پھر خاکسار آپ

سے درخواست کریگا کہ جس طرح آپ سچائی کی خاطر بڑی جرأت کیساتھ حیات مسیح ابن مریم کا باطل عقیدہ چھوڑ کر جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے تھے اسی طرح جرأت کیساتھ آج سچائی کی خاطر جناب خلیفہ ثانی صاحب کے باطل دعویٰ مصلح موعود کو ترک کر کے حضورؑ کے موعود کی غلام کے انصاروں میں داخل ہو جائیے۔ برادر محترم۔ اب میدان محشر میں اللہ تعالیٰ کے حضور آپ یہ نہیں کہہ سکیں گے کہ مجھے جناب خلیفہ ثانی صاحب کے دعویٰ مصلح موعود کی غلطی سے کسی نے آگاہ نہیں کیا تھا۔ خاکسار میدان محشر میں سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کے قدموں میں کھڑا ہوگا اور وہاں گواہی دے گا کہ میں نے بڑی وضاحت کیساتھ قرآن کریم اور زکی غلام سے متعلق مبشر الہامات کی روشنی میں جناب انصر رضا صاحب کو خلیفہ ثانی صاحب کے دعویٰ مصلح موعود کے غلط ہونے سے آگاہ کر دیا تھا۔

آنحضرت ﷺ جو رحمت العالمین ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کیلئے رسول بنا کر بھیجا تھا اور آپ یہود و نصاریٰ کے موعود نبی بھی تھے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں 'كُؤَامَنَ بِيْ عَشْرَةَ مِّنَ الْيَهُودِ لَا مَنَ بِيْ الْيَهُودِ' (بخاری) یعنی کاش مجھ پر دس یہودیوں کو ہی ایمان لانے کی توفیق مل جاتی تو اس سے اکثر یہودیوں کو ایمان لانے کا موقع مل جاتا اور ان کیلئے بھی ہدایت کا راستہ کھل جاتا۔ برادر محترم۔ اگر آپ صدق دل سے آنحضرت ﷺ اور مثیل مصطفیٰ حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کی صداقت پر یقین رکھتے ہیں؟ اگر آپ اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن کریم اور زکی غلام سے متعلق مبشر الہامات کی سچائی پر یقین رکھتے ہیں؟ اگر آپ برائے نام مومن نہیں بلکہ واقعتاً مخلص اور حقیقی احمدی ہیں اور حضورؑ کی جماعت کا درد رکھتے ہیں تو پھر محمدی مریم کا موعود زکی غلام (مسیح عیسیٰ ابن مریم) آپ کو موسوی مریم کے زکی غلام یعنی حضرت مسیح عیسیٰ ابن مریمؑ کی زبان میں آپ سے کہتا ہے کہ **عَنْ أَنْصَارِي** **إِلَى اللَّهِ (الصف-۱۵)** (اللہ کیلئے میرا مددگار کون ہے؟) مجھے امید ہے آپ جواب میں! **نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ** (ہم اللہ کیلئے مددگار ہیں) ضرور کہیں گے۔ میری دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ سب کو فہم و فراست عطا فرمائے تاکہ آپ نہ صرف سچائی کو سمجھ سکیں بلکہ اسے قبول کر کے دوسرے افراد جماعت کی ہدایت کا موجب بھی بن سکیں آمین۔ امید ہے آپ میری معروضات پر غور فرمانے کے بعد خاکسار کو اپنے مہربان جواب سے ضرور نوازیں گے۔ **وَإِنْ تَوَلَّوْا فَمَا عَلَيْنَا الْبَلَاغُ** (ال عمران-۲۱) اور اگر وہ منہ پھیر لیں تو تیرے ذمہ صرف پہنچا دینا ہے۔۔۔۔ **وَإِخْرُجُوهُمْ أَنْ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ**

خاکسار

عبدالغفار جنبہ/کیل۔ جرنی

مورخہ ۳۱۔ جولائی ۲۰۱۱ء

☆☆☆☆☆☆☆☆